نومبر 2009ء

زیر انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا

اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباحات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیہ** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسیؒ جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴۔ **اثبات الامامت** آئمہ اثناعشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعہ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر منصۂ شہود پر آگئی ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کردینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرھویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

جلد: ۱۳ — نومبر ۲۰۰۹ء — شمارہ: ۱۱

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ:	ملک ممتاز حسین اعوان
مدیر:	گلزار حسین محمدی
پبلشر:	ملک ممتاز حسین اعوان
مطبع:	انصار پریس بلاک ۱۰
مقام اشاعت:	سلطان المدارس سرگودہا
کمپوزنگ:	علی حیدر

زرتعاون 200 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

دہشت گردی کا خاتمہ ایک مستحسن اقدام

دہشت گردی کا خاتمہ وقت کی نہایت اہم ضرورت ہے دہشت گرد درندے معصوم اور بے گناہ لوگوں کا بے دریغ خون بہا رہے ہیں جس کی وجہ سے وطن عزیز کا استحکام خطرے سے دوچار ہے یہ دہشت گرد غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر خون کی ہولی کھیل رہے ہیں حکومت وقت کا یہ فیصلہ کہ ہر صورت میں دہشت گردی کا خاتمہ کیا جائیگا نہایت مستحسن ہے افواج پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ ہماری بہادر، جانباز افواج نے ہر مشکل گھڑی میں جان کے نذرانے دیکر وطن عزیز کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا ہے موجودہ وزیرستان آپریشن میں فوجی افسران اور جوان نہایت بہادری اور جانفشانی سے ملک دشمن عناصر کا خاتمہ کرنے کے لئے برسرپیکار ہیں۔

عالمی طاغوتی طاقتیں مسلمان ممالک کی نابودی کے درپے ہیں جبکہ مسلمان حکمران اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لئے ان طاقتوں کے اشارے پر کام کر رہے ہیں عراق، افغانستان اور فلسطین میں بے گناہ لوگوں کا قتل عام جاری ہے مسلمان عوام اپنے اندر اتحاد و یگانگت پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

فرقہ وارانہ گروہی علاقائی اور لسانی عصبیت نے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے مسلمان حکمران اور مسلمان عوام اب بھی اگر غفلت کی نیند میں سوئے رہے اور باہمی اختلافات کو بھلا کر راہ نجات کی تدابیر پر عمل نہ کیا تو تباہی و بربادی ان کا مقدر ہوگی۔

جمال الدین افغانی مرحوم اور علامہ اقبال مرحوم نے اپنے اپنے افکار سے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اپنی جمعیت سے مسائل حل کرنے پر زور دیا قائد اعظم محمد علی جناح نے اتحاد تنظیم اور ایمان کے اصول اہل پاکستان کو ودیعت کئے اگر ان پر عمل کیا جائے تو قوم ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکتی ہے کچھ عرصہ سے مذہبی جنونی اور نام نہاد مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہانے میں مصروف ہیں اب تو یہ کام انتہا کو پہنچ چکا ہے کوئی شہر کوئی ادارہ اور کوئی بازار اور مارکیٹ ان خونی وحشیوں سے محفوظ نہیں ہے گلی کوچوں میں خودکش دھماکے اور خونریزی کے بازار گرم ہیں اس وقت ملک ایک انتہائی اندوہناک کیفیت سے دوچار ہے۔

اس وقت پاکستان کے دانشور، خطباء اور منبر و محراب کے کار پردازان صحافی حضرات اور سیاسی بصیرت رکھنے والے غرضیکہ تمام طبقات کا اولین فرض ہے کہ وہ پاکستانی قوم کو یکجا کرنے اور وحدت کی زنجیر میں پرونے کا فریضہ سرانجام دیں اور ملک پر دہشت گردوں کی گرفت کو کمزور بنانے میں اہم کردار سرانجام دیں حکومت وقت کے درست اور اہم فیصلوں کی حمایت کریں اور حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں حزب اختلاف اس وقت سارے اختلافات بھلا کر وطن عزیز کی سلامتی کی فکر کریں اپنے مثبت رویہ سے حکومت کے ساتھ مل کر راہ نجات کی طرف قدم اٹھائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری بہادر افواج کو اپنے عزائم اور اقدامات میں کامیابی عطا فرمائے اور وطن عزیز کو تا قیام قیامت آباد و شاد رکھے۔

باب العقائد

ضروریات دین و مذہب کا بیان اور اسکے انکار کے احکام

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

جاننا چاہیے کہ جس چیز کا دینِ اسلام سے ہونا اس طرح بالضرورۃ و بالبداہت ثابت ہو کہ سوائے کسی شاذ و نادر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو (اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر قتل کا سزاوار ہوتا ہے۔

اور یہ ضروریاتِ دین بکثرت ہیں جیسے نماز پنجگانہ کا وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان کے اجمالی اوقات اور ان کا رکوع و سجود بلکہ علی الاظہر ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہونا اور ان کا اجمالاً مشروط۔ باطہارت ہونا (قطع نظر اس سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسل جنابت و حیض بلکہ علی الاظہر غسلِ نفاس کا واجب ہونا بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ پیشاب اور ریح کا مبطلِ وضو ہونا یا جیسے غسلِ میت، نمازِ جنازہ اور دفنِ میت کا وجوب اور زکوۃ و ماہِ رمضان کے روزوں کا واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور قانونِ فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا مبطلِ روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا طواف بلکہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے، احرام باندھنے، بمقام عرفات و مشعر وقوف کرنے، بلکہ ایک احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً، قربانی کرنے سر منڈانے اور کنکر مارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ اجمالاً جہاد کا وجوب بھی ضروریات دین میں داخل ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مساکین کو صدقہ دینے کا راجح و افضل ہونا، علم اور اہلِ علم کے فضل و کمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صداقت کی فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی رذیلت، زنا و لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں البتہ نبیذ کی حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی حرمت پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔ کتے اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۱) مائیں، (۲) بہنیں، (۳) بیٹیاں، (۴) بھتیجیاں، (۵) بھانجیاں، (۶) پھوپھیاں، (۷) خالائیں، بلکہ علی الاظہر زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی بہن (سالی) سے نکاح کرنا، علی الاحتمال فی الجملہ سود کا حرام ہونا اور بلا جوازِ شرعی کسی کا مال کھانے اور بلا وجہ شرعی کسی کو قتل کرنے کی حرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے، تہمت زنا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاظہر سلام کرنے اور سلام کا جواب

دینے کا رجحان، اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی نافرمانی کرنے کی رذیلت بلکہ بناء پر احتمال صلۂ رحمی کرنے کا رجحان وغیرہا من ضروریات الاسلام جو اس طرح تمام اہلِ اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے اور کوئی بھی ان میں شک و شبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریاتِ مذہب کا بیان اور ان کے انکار کے احکام:

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہب امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار کرنے والا مذہب اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے (اگرچہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور مخالفین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمہ اثنا عشر کی امامتِ حق، ان کے علم و فضل اور کمال و جلال، ان کی اطاعت و اتباع کے واجب ہونے اور ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک ان کی محبت و مودت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے جیسے ناصبی اور خارجی وہ کافر ہے۔ منجملہ ان امور کے جن کو مذہب شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا ہے، متعہ اور حجِ تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے برأت ظاہر کرنا اور اذان میں کلمۂ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریات مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذالک من ضروریات المذھب)

بقیہ باب التفسیر

ان الحکم الا اللہ۔ ہاں البتہ جب نبی و امام موجود نہ ہوں یا مبسوط الیدنہ ہوں اور نظام دنیوی کو برقرار رکھنے کے لیے حکومت کی تشکیل و تاسیس ضروری ہو۔ تو پھر "بموجب گندم اگر بہم نرسد بھس غنیمت است" تو کسی غیر معصوم کی شخصی آمرانہ حکومت کے مقابلہ میں اسلام شورائی نظام حکومت کی تائید کرتا ہے۔ و امرھم شوریٰ بینھم

باقی رہیں اس شوریٰ کی تفصیلات کہ مجلس شوریٰ کا انتخاب کس طرح عمل میں لایا جائے؟ اور پھر باہمی مشورہ کا طریقہ کار کیا ہو؟ اور اختلاف آراء کی صورت میں آخری حل کیا ہو؟ ان تفصیلات کے ذکر کرنے اور پڑھانے پر نقد و تبصرہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے "واللہ الہادی الی سواء السبیل" بہر حال اس صورت میں دستور العمل یہی ہے کہ جماعت سے مشورہ کرنا چاہیے اور باہمی مشورت سے طے شدہ بات پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے۔

سند سفارت

حیدر عباس ولد متاع حسین مرحوم کو رسالہ دقائق اسلام اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی سرگودھا کا سفیر مقرر کیا گیا ہے حیدر عباس موصوف رسالہ دقائق اسلام کے بقایا جات وصول کریگا اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس کے لئے مومنین سے صدقات واجبات وصول کرے گا نیز رسالہ کے لئے نئے خریدار بنائیگا مومنین سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے کسی بھی قسم کی رقم کی ادائیگی پر رسید ضرور حاصل کریں۔

فون نمبر 03067872363

منجانب: آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی۔

موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودہا

باب الاعمال

لمحۂ فکریہ تقلید اعلم کے بارے میں

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

قارئین کرام نے بچشم خود شرائط فقیہ والی مفصل حدیث ملاحظہ کرلی ہے اس میں کہیں بھی اعلم یا افقہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ (اور اسی پر کیا منحصر ہے اجتہاد و تقلید کے سلسلہ میں وارد شدہ کسی بھی روایت میں یہ لفظ موجود نہیں ہے) ہاں البتہ قضاوت کے باب میں وارد شدہ ایک حدیث مقبولہ عمر بن حنظلہ میں یہ لفظ ضرور وارد ہے مگر اس کا محل اور ہے وہ فصل خصومت اور قطع نزاع کے مقام پر وارد ہے جس کا ہمارے محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں ہے کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس چیز کا قرآن و حدیث میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اس کے متعلقہ مباحث سے تو موجودہ فقہی کتب چھلک رہی ہیں کہ اعلم کسے کہتے ہیں؟ اعلم کون ہے؟ اعلم کی تقلید واجب ہے؟ اعلم کی پہچان کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ مگر جن شرائط کی احادیث میں صراحت موجود ہے ان کا نام بھی ڈھونڈنے سے کہیں نہیں مل سکتا' انقلابات ہیں زمانے کے!

حالانکہ نقل سے قطع نظر کرکے اگر چند منٹ صرف عقل سے بھی سوچا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسی طرح عقلاً بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ یہ حکم دیتا تو یہ تکلیف مالایطاق (طاقت برداشت سے زائد) تکلیف، ہوتی حالانکہ خدائے حکیم کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا) کیونکہ اعلم فی العالم (پوری کائنات کے علماء میں سے سب سے بڑے عالم) کی تشخیص و تعین عادۃً محال ہے (جسے نبی و امام کا معجزہ ہی بروئے کار لاسکتا ہے) کوئی مائی کا لعل ہے جو پہلے تمام کائنات کے تمام علماء کی تعداد معلوم کرے اور پھر ہر ہر علم و فن میں ان کے علمی مرتبہ و مقام کا جائزہ لے۔۔۔ اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ فلاں شخص اعلم فی العالم ہے۔

با انصاف قارئین کرام فرمائیں کہ کیا ایسا کرنے والا شخص خود اعلم العلماء نہیں ہوگا؟ ہمیشہ محقق علماء اعلام نے اس مسئلہ کو ناقابل عمل قرار دیا ہے چنانچہ عالم ربانی حضرت شیخ زین العابدین مازندرانی اپنے مفصل رسالۂ عملیہ ذخیرۃ العباد صفحہ ۲۰ طبع لکھنؤ پر لکھتے ہیں "ولکن انصاف این است کہ غالباً" تشخیص اعلم ممکن نیست بجہت اینکہ الخ یعنی انصاف یہ ہے کہ غالباً اعلم کی تشخیص ممکن نہیں ہے"

پس معلوم ہوا کہ عقل اس سے زیادہ کوئی فیصلہ نہیں کرتی کہ

جس شعبہ حیات کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا ہو اور وہ متعدد ہوں تو گرد و پیش کے ماہرین میں سے جو زیادہ ماہر ہو اس کی طرف رجوع کرنا افضل و مستحسن ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم علاقہ بھر کے سب سے زیادہ ماہر ڈاکٹر اور وکیل وغیرہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے مگر عقل یہ فیصلہ تو ہرگز نہیں کرتی کہ اگر علاج کرانا ہو تو پہلے یہ دیکھو کہ ساری کائنات میں سب سے بڑا ڈاکٹر کون ہے؟ اور جب یہ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ (خواہ اس سے پہلے مریض مرحوم ہی ہو جائے) اور نہ یہ کہ سب سے بڑے ماہر ڈاکٹر کے علاوہ کسی اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا ناجائز ہے! عقل سلیم کے اس فیصلہ سے ہمیں بھی ابا و انکار نہیں ہے کہ دین کے معاملہ میں رجوع کرنے والے شخص کے علاقہ و ماحول کے علماء و مجتہدین میں سے جو سب سے افضل ہو اس کی طرف رجوع کرنا یقیناً افضل ہے مگر اس کا تقلید اعلم فی العالم کے وجوب کے ساتھ کیا تعلق ہے یا اس کا مطلب یہ کب ہے کہ سوائے اس مجتہد کے جو تمام کائنات کے مجتہدوں سے بڑا ہے۔ باقی تمام مجتہدین کی تقلید حرام ہے۔ و دون اثباتہ خرط القتاد۔ اس پر کوئی شرعی و عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بیسیوں دلائل و براہین موجود ہیں ولیبانہا محل آخر۔ یہ تو اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کی شعوری یا غیر شعوری سازش ہے۔ واللہ العاصم۔

اثبات اجتہاد کا طریقہ کار:

بہر حال کسی شخص کے اجتہاد کے معلوم کرنے کے دو صحیح طریقے ہیں (۱) یا تو انسان خود اہل خبرہ سے ہو اور براہ راست اختبار و امتحان سے اس کے اجتہاد کی تصدیق کرے۔ (۲) یا اہل خبرہ میں سے دو عادل گواہ کسی کے اجتہاد کی تصدیق کریں۔

بقاء بر تقلید میت کا جواز:

مذکورہ بالا بیان سے ایک اور معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ کا صحیح حل بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا میت مجتہد کی تقلید پر باقی رہنا جائز ہے یا نہ؟ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اذا مات المفتی مات الفتویٰ (جب مفتی مر جائے تو اس کا فتویٰ بھی مر جاتا ہے) مگر اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ جب سطور بالا میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مذہب حق کے مجتہدین کا اجتہاد قرآن و حدیث کے تابع ہے تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی موت سے قرآن و حدیث نہیں مر سکتے (حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام الی یوم القیامۃ) ہاں اگر کسی شخص کا اجتہاد اس کی ذاتی رائے و قیاس کا نتیجہ ہے تو ممکن ہے مرنے کے بعد اسے اپنی رائے کے غلط ہونے کا انکشاف ہو جائے۔ مگر ہمارے نزدیک جب ایسے شخص کا اجتہاد اس کے عین حیات میں ہی قابل اعتماد نہیں ہے تو مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ شاید کہ یہ کلیہ ایسے ہی ذاتی رائے و قیاس پر مبنی اجتہاد پر منطبق ہوتا ہے جسے غلطی سے صحیح اجتہاد پر چسپاں کر دیا گیا ہے واللہ العالم بحقائق احکامہ والقائمون مقامہ فی حلالہ و حرامہ

☆☆☆☆☆

باب التفسیر

اسلام میں مشورہ کی اہمیت

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم و استغفر لهم وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين (۱۵۹)

(اے رسولؐ) یہ اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اتنے نرم مزاج ہو ورنہ اگر تم درشت مزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپکے گرد و پیش سے منتشر ہو جاتے۔ انہیں معاف کر دیا کریں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کیا کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ بھی لے لیا کریں۔ مگر جب کسی کام کے کرنے کا حتمی ارادہ ہو جائے تو پھر خدا پر بھروسہ کریں بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت:

قرآن مجید میں دو جگہ مشورہ کا صریحی حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ یہی ہے اور دوسری جگہ سورہ شوریٰ میں اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ وامرهم شورى بينهم کہ ان کے باہمی معاملات مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ اسی طرح متعدد احادیث میں مشورہ کا حکیمانہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ ۔ ما خاب من استخار ولا ندم من استشار۔ جو استخارہ کرتا وہ کبھی خائب و خاسر نہیں ہوتا اور جو مشورہ کرتا ہے وہ کبھی نادم و پشیمان نہیں ہوتا (تفسیر ابوالفتوح و در منثور)۔ آنحضرتؐ سے مروی ہے فرمایا: "المستشار مؤتمن" کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ کہ اپنے علم و عقل کے مطابق صحیح مشورہ دے (جامع صغیر) بعض احادیث میں وارد ہے کہ جب اہل خبرہ اور اہل دین و دیانت اور اس شعبہ کے ماہرین سے مشورہ کیا جائے تو خدا ضرور کسی شخص کی زبان پر حق بات جاری کر دیتا ہے (مکارم اخلاق و محاسن برقی) الغرض جب کسی بھی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اپنی خداداد عقل و خرد سے اس کام کے تمام مثبت و منفی پہلوؤں پر غور و فکر کر کے کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اور جب اپنی عقل کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہو تو پھر دوسرے اہل عقل و دانش سے مشورہ لینا چاہیئے۔ اور اگر بالفرض پھر بھی کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکے تو اب استخارہ کرنا چاہیئے۔ اور جب عقلی غور و فکر سے یا مشورہ سے یا استخارہ وغیرہ سے اس کام کے کرنے کا حتمی ارادہ ہو جائے تو پھر توکل بر خدا ضرور وہ کام کر گذرنا چاہیے۔ اور کسی قسم کے تذبذب کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ترک اسباب کا نام توکل نہیں ہے۔ بلکہ حتی الامکان کسی کام کے تمام ظاہری اسباب فراہم کر کے نتیجہ خدا کے سپرد کرنے کا نام توکل ہے کہ کامیابی کے اسباب کی بجائے مسبب

الاسباب کی ذات والاصفات پر بھروسہ کیا جائے۔

پیغمبر اسلام کو مسلمانوں سے جس مشورہ کا حکم دیا گیا ہے اسکی نوعیت کیا تھی؟

باوجودیکہ حضرت رسول خدا معصوم عن الخطاء تھے۔ دینی معاملات میں وحی الٰہی کے تابع تھے۔ اور اسی کے پابند تھے۔ "اتبع مایوحیٰ الیک" اور پھر نظر بظاہر حالات وہ عقل کل کے مالک تھے ان حالات میں ان کو مشورہ کا کیوں حکم دیا گیا؟ اس سوال کا جواب عام مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اسمیں ایک تو صحابہ کرام کی تالیف قلبی اور دلجوئی مقصود تھی۔ تاکہ ان کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو مشورہ کی اہمیت سے آگاہ کرنا مطلوب تھا۔ علاوہ بریں اس مشورہ کا تعلق حرب و ضرب اور دوسرے ایسے انتظامی امور سے تھا جو نص سے متعلق نہ تھے چنانچہ مفسر قرطبی لکھتے ہیں "ما امر الله نبیه بالمشاورة لحاجة منه الی رائهم و انما اراد ان یعلمهم مافی المشاورة من الفضل ولتقتدی به امته من بعده" اور دوسری وجہ یہ لکھی ہے "تطیبا لنفوسهم و رفعاً لاقدارهم" (تفسیر قرطبی) فاضل رازی لکھتے ہیں کہ "ذهب کثیر من العلماء الی ان الالف و الام فی لفظ الامر لیس للا استغراق بل لا للعهد والمعهود فی هذه الایه الحرب ولقاء العدو وقال اخرون انه یشمل جمیع الامور الدنیویه دون غیرها و الحکمة فی المشوره ن تطیب قلوبهم و ترتاح نفوسهم. لان المعصوم لا یشتر شد برائی غیر المعصوم" (تفسیر رازی) یعنی بہت سے علماء نے کہا ہے کہ الامر پر جو الف لام داخل ہے۔ یہ استغراق کا نہیں بلکہ عہد کا ہے اور یہاں اس معہود سے مراد جنگ و جدل کا معاملہ ہے۔ وبس اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ تمام دنیوی امور کو شامل ہے نہ کہ دینی امور کو نیز یہ مشورہ کا حکم ان لوگوں کا دل خوش کرنے کیلئے تھا۔ ورنہ معصوم ہستی کسی غیر معصوم کی رائے کی محتاج نہیں ہوتی۔ (تفسیر کبیر)

جمہوریت کے برحق ہونے کے خیال کا ابطال:

کچھ لوگ جو جمہوریت کے دلدادہ ہیں اور اسے اشرف بالاسلام کرنے پر مصر ہیں وہ بڑے زور و شور سے اسکی حقانیت پر اس آیت سے استدلال کا کرتے ہیں۔ مگر وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جسمیں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

نیز وہ جمہوریت کی اندھی حمایت میں یہ بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ

ع از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ

ع بترس از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا سربراہ اگر معصوم نبی ہو اور اس کا معصوم وصی۔ تو پھر اسلام شخصی حکومت کا قائل ہے کہ وہی ایک شخص تمام سفید و سیاہ کا مالک و مختار ہوگا۔ مگر وہ حکم پروردگار کا پابند ضرور ہوگا کیونکہ

بقیہ صفحہ نمبر ۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں

باب الحدیث

کس سے دوستی کرنی چاہیے اور کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

صحبت کا اثر نا قابل انکار ہے۔ بقول شیخ سعدی

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

اچھے آدمی کی صحبت آدمی کو اچھا بنا دیتی ہے اور برے آدمی کی صحبت آدمی کو برا بنا دیتی ہے۔ اس لیئے حکماء ربانی یعنی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نے صحبت اور دوستی کے بارے میں بڑے حزم و احتیاط کی تاکید فرمائی کہ ہر کس و نا کس سے نہ دوستی کی جائے اور نہ ہی ہر شخص کی صحبت اختیار کی جایے بلکہ دوستی کی جائے تو خاص صفات کے حامل لوگوں اور اگر صحبت (اختیار کی جائے تو خاص قسم کے لوگوں کی۔ چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا:

(۱) عقلمند کی صحبت اختیار کرو۔ اس طرح اگر تم اسکے مال سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گے تو اسکی عقل و خرد سے تو استفادہ کر سکو گے! نیز فرمایا بد خلق آدمی کی صحبت سے اجتناب کرو۔ اور سخی آدمی کی صحبت کو ترک نہ کرو۔ کیونکہ اگر اسکے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اسکے عقل سے فائدہ اٹھا سکو گے۔ اور کمینے احمق کی صحبت سے مکمل فرار کرنا اور اسکے قریب نہ جانا (اصول کافی)

(۲) حضرت امام محمد باقر اسلام سے مروی ہے فرمایا اسکی صحبت اختیار کرو جو نصیحت کرتے ہوئے تمہیں (خوف خدا اور خوف قیامت سے) رلائے اور اسکی صحبت اختیار نہ کرو جو دھوکہ باز تمہیں بے جا ہنسائے (ایضاً)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس شخص کی صحبت اختیار کرو جو تمہارے لئے باعث زیب و زینت ہو اور اس کی صحبت اختیار نہ کرو جو تم سے زینت حاصل کرے (ایضاً)

(۴) نیز آپ سے منقول ہے فرمایا میرا سب سے زیادہ پسندیدہ دوست وہ ہے جو میرے عیب تلاش کر کے مجھے بطور ھدیہ پیش کرے (ایضاً)

(۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا اپنے بھائیوں کو دو خصلتوں کے ذریعہ پہچانو پس اگر وہ ان میں پائی جائیں تو وہ تمہارے مخلص دوست ہیں ورنہ ان سے دور بھاگو اور وہ دو خصلتیں یہ ہیں ا۔ نماز کو اسکے اوقات فضیلت پر ادا کرنا ۲۔ اپنے بھائیوں سے تنگی اور آسائش میں نیکی اور بھلائی کرنا (ایضاً)

(۶) نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے جو اپنے بھائی کی حفاظت

(۷) نیز آپ سے منقول ہے فرمایا لوگوں کی زیادہ باریک بینی سے تفتیش نہ کرو۔ ورنہ بلا دوست رہ جاؤ گے یعنی یوسف بے کارواں ہو جاؤ گے۔ (ایضاً)

باب المسائل

سوالات کے جوابات

بمطابق فتوئی آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ جناب سید عارف حسین نقوی ایم۔اے آف ڈیرہ اسماعیل خان کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر ۱۴۱: اہل کوفہ اگر بے وفائی نہ کرتے تو وہ کیا ہوتا؟ قیام حسینؑ کے خدوخال اور مطلوبہ نتائج کیا ہوتے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے کہ اگر اہل کوفہ اور دوسرے اہل اسلام حضرت امام حسین علیہ السلام بے وفائی نہ کرتے تو پھر وفا کرتے اور مال و جان سے آپکی مدد کرتے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم فرماتے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرتے اور اس طرح اسلام ہر قسم کی کجی سے اور مسلمان کجروی سے بچ جاتے اور دنیا آفتاب اسلام کی ضیاء پاشیوں سے بقعۂ نور بن جاتی

ع آہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سوال نمبر ۱۴۲: کیا امام حسینؑ عراق کی طرف اہل کوفہ کی مدد سے حکومت یزید کا تختہ الٹنا چاہتے تھے؟ اہل کوفہ کے بے وفائی کی وجہ سے ایسا نہ کرسکے ہر دو صورتوں میں دلائل؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ظاہر ہے کہ اگر اہل کوفہ وغیرہ امام کو نصرت و امداد کا یقین نہ دلاتے اور یزید پلید بیعت کا مطالبہ بھی کرتا ہے تو امام علیہ السلام پر قیام واجب نہ ہوتا۔ بلکہ اپنے والد ماجد اور اپنے ابناء طاہرین کی طرح خانہ نشینی اختیار کرتے ورنہ واضح ہے کہ اگر ظاہری اسباب مہیا ہوں تو باطل کا قلع قمع کرکے حق و حقیقت کا علم گاڑنا اور حکومت الٰہی کے قیام کی کوشش کرنا واجب ہو جاتی ہے اور امام سے بہتر کون اپنی شرعی ذمہ داری کو سمجھ سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۴۳: حضرت امام حسینؑ کو اہل حل و عقد مدینہ و مکہ کا روکنا، بھائی اور والدہ سے عراقیوں کے بے وفائی کی یاد دہانی کرانا، تدبر کے لحاظ سے اقدام کا نامناسب قرار دینا، حصول خلافت و حکومت، زعامت کا ناممکن نظر آنا اور پھر بھی امام حسینؑ کا نہ رکنا کس ہدف یا اہداف کا مرہون منت ہے وضاحت فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

یہ ٹھیک ہے کہ نظر بظاہر حالات ان لوگوں نے جن کا سوال میں تذکرہ کیا گیا ہے اما کو انکے اقدام سے روکا۔ مگر امام عالیمقام قطع نظر اپنی عصمت و طہارت کے ویسے بھی معاملہ فہمی اور دور بینی میں ان لوگوں سے زیادہ ہوشیار و سمجھدار تھے۔ لہٰذا ان پر اس معاملہ میں انکی رائے کا ماننا لازم نہ تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام علیہ السلام جانتے تھے کہ اگر وہ بظاہر کامیاب نہ بھی

ہوئے تو انکی مظلومانہ شہادت حکومت یزید کو بیخ و بن سے اکھیڑ دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور تیسری اور آخری بات یہ ہے حضرت رسولخداؐ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ اقدام کریں اور اور کربلا تشریف لیجائیں کہ اسلام کی بقا انکی شہادت میں مضمر ہے۔ (جسکی تفصیل سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین میں درج ہے)۔ اور آپ نے اپنے جد نامدار کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا اور اسلام کو ابدی ہلاکت سے بچایا۔

ع۔ حقا کہ بناء لا الہ است حسینؑ

سوال ۱۴۴: اگر یزید امام حسینؑ سے بیعت طلب نہ کرتا۔ اہل کوفہ دعوت بھی نہ دیتے تو امام حسینؑ قیام فرماتے؟ جبکہ بعد والے ائمہ نے یزید جیسے حکمرانوں کے ادوار میں قیام نہیں فرمایا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کا جواب ابھی اوپر سوال نمبر ۱۴۳ کے جواب میں واضح کیا گیا ہے۔ اعادہ و تکرار کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال ۱۴۵: قیام حسینؑ کا محرک یا ہدف کیا شہادت عظمٰی کا حصول تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کا جواب سوال نمبر ۱۴۳ کے جواب میں واضح کیا ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال ۱۴۶: کیا امام نے بھی سوچا تھا کہ وہ یزید کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت و خلافت کا قیام عمل میں لاسکینگے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ تو آپ سمجھتے ہیں کہ امام علیہ السلام تاریخ انسانیت کا اتنا بڑا عدیم المثال اقدام سوچے سمجھے بغیر کیا تھا؟ ارے معاذ اللہ! ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ امام نے تمام عواقب و نتائج پر نظر رکھ کر یہ قدم اٹھایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک امام کے پائے ثبات میں لغزش واقع نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی نتائج کو دیکھ کر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کیا گیا۔ کیونکہ آپ نے پہلے ہی تمام حالات و کوائف کا مکمل جائزہ اپنے اور عواقب و نتائج کا نہ صرف تصور کرنے بلکہ انکی تصدیق کرنے کے بعد یہ قدم اٹھایا تھا۔ ابھی اوپر سوال نمبر ۱۴۳ کے جواب میں انکی وضاحت کی جا چکی ہے۔ راجع۔

سوالات سید عدنان حسین نقوی ڈھوک سیداں نکال تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی

سوال ۱: سائنس کی رو سے سورج اور چاند ساکن ہیں زمین ان کے گرد چکر لگاتی ہے کیا قرآن و حدیث میں ایسا ہی ہے نیز شیخ صدوق لکھتے ہیں معصومینؑ کے قول کے مطابق زمین بیل کے سینگ پر اور بیل ایک چٹان پر اور چٹان ایک مچھلی کے پر پر کھڑی ہے جب مچھلی کو حکم ملتا ہے تو ہلتی ہے اور زلزلہ واقع ہوتا ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے تاکہ اسمیں سائنسی مسائل کا حل تلاش کیا جائے بلکہ کتاب ہدایت ہے اس سے رشد و ہدایت کے چراغ روشن کرنے چاہئیں۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے بیل کے سینگ پر زمین کے قائم ہونے کی جو روایت نقل کی ہے وہ ناقابل اعتماد ہے۔

سوال ۲: ہمارے ہاں نماز جمعہ کا خطبہ پرانے وقت کے مطابق ایک بجے خطبہ اور ایک بج کر تیس منٹ پر نماز پڑھی جاتی ہے اور بقول پیشنماز اکثر مومنین جمعہ واجب کی نیت سے پڑھتے ہیں کیا

وقت کے لحاظ سے نماز جمعہ ٹھیک ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس ٹائم پر نماز جمعہ پڑھنا غلط ہے آج کل نماز جمعہ ساڑھے بارہ بجے شروع کرنی چاہیئے اور ایک بجے سے پہلے ختم کر دینی چاہیئے۔

سوال ۳: نکاح کے موقع پر دلہن اور دلہا کے والد ایک دوسرے سے مشورہ کر کے ۵۰۰ روپے یا ۱۰۰۰ روپے نقد لڑکی کا حق مہر دیتے ہیں جسکو لڑکی خوشی سے قبول کر لیتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟ نیز نقد رقم کے علاوہ زیورات وغیرہ بھی ہوتے ہیں جو کہ رواج کے مطابق رخصتی کے وقت دلہن کو دیئے جاتے ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں جس مقدار زر یا زیور وغیرہ پر دونوں فریق راضی ہوں وہی حق مہر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مہر السنہ افضل ہے جو کہ پانچ سو درہم ہے۔ جبکہ ایک درہم چاندی کا اور ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے۔ اور جس قدر چاندی بنے رائج الوقت نرخ کے مطابق جس قدر رقم بنے وہ مقرر کی جائے اور بہتر ہے کہ عقد نکاح سے پہلے حق مہر ادا کر دیا جائے۔

سوال ۴: سید اور غیر سید کے بارے میں صدقہ اور زکوٰۃ فطرہ کا کتابوں میں پڑھا مگر عقیقہ کے موقع پر ایسی بات پڑھنے کو نہیں ملتی ہمارے ہاں کچھ مولوی حضرات نے کہا کہ غیر سید کا عقیقہ سادات نہیں کھا سکتے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ غیر سادات کی صرف زکوٰۃ اور فطرہ سادات پر حرام ہے۔ عقیقہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوالات سید حسنین عباس نقوی

ڈھوک سیداں نکال تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی

سوال ۱: کسی بزرگ یا عالم دین کے ہاتھ کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ یعنی عقیدت کے طور پر ہاتھ کو چوم لینا کیسا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف نبیؐ و امامؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے۔

سوال ۲: نماز باجماعت ہو رہی ہو تو اُسی مسجد میں الگ کوئی نماز پڑھے مثلاً مسجد کے اندر جماعت ہوتی ہے اور صحن میں نماز الگ پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جب نماز باجماعت پڑھی جارہی ہو تو عین اس وقت اسی جگہ فرادیٰ نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔

سوال ۳: پلاسٹک کی بنی چٹائی پر سجدہ یا کپڑے کے مصلے پر نماز پڑھتے ہوئے یہ نظریہ قائم کرنا کہ سجدہ اللہ کے لیے ہے لہٰذا نیت میں اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں چٹائی ہو یا کپڑا۔

الجواب: باسمہ سبحانہ پلاسٹک اور کپڑے پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ افضل یہ ہے کہ خاک پر سجدہ کیا جائے یا پھر اس چیز پر جو خاک سے اگتی ہے بشرطیکہ وہ نہ کھانے کے استعمال میں آئے اور نہ پہننے کے استعمال میں

سول ۴: گھر کے بالکل قریب جامع مسجد ہونے کے باوجود عین نماز باجماعت کے وقت گھر میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جائز تو ہے۔ مگر افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ جامع مسجد میں پڑھی جائے اور وہ بھی باجماعت واللہ الموفق

سوالات جعفر حسین مدرسہ سفینۃ النجات کھوڑا تحصیل گمبٹ ضلع خیر پور میرس (سندھ)

سوال ۱: تقلید کس کی کی جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ تقلید جامع الشرائط مجتہد کی کی جاتی ہے جو کہ مؤمن بھی ہو اور عادل بھی۔

سوال ۲: کیا تقلید کرنا واجب ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ شریعت مقدسہ اسلامیہ کے احکام پر عمل در آمد کرنا واجب ہے تو پھر پہلے ان احکام کا علم اور عمل کرنے کا طریقہ کار معلوم کرنا واجب ہے اور اس کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ خود آدمی عالم دین ہو ۲۔ کسی عالم دین کی تقلید کرے۔ ۳۔ یا پھر احتیاط پر عمل کرے۔

سوال ۳: کس مجتہد کی تقلید کی جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس مجتہد کی کی جائے جو جامع الشرائط ہو۔ اور وہ شرائط یہ ہیں (۱)۔ اپنے نفس کی ناجائز کاموں سے حفاظت کرنے والا ہو (۲)۔ اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو (۳) اپنی خواہش نفس کی مخالفت کرنے والا ہو (۴)۔ اپنے مولا و آقا (خدا و رسول اور ائمہ ھدیٰ) کی اطاعت کرنے والا ہو۔ (احتجاج طبرسی۔ ارشاد حضرت امام حسن عسکریؑ) خلاصہ کلام یہ کہ مومن ہو مجتہد ہو جامع الشرائط یعنی عادل ہو۔

سوال ۴: تقلید لفظ کی معنی کیا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ تقلید کے لغوی معنی اپنے گلہ میں قلادہ لینے کے ہیں اور اصلاح معنی کسی کی اطاعت کرنے کے ہیں۔

سوال ۵: تقلید کس مجتہد کی کی جائے ایک مجتہد مسئلے کے لیے یوں کہتا ہے کہ واجب ہے اور دوسرا کہتا ہے مستحب ہے آخر کس مجتہد کی تقلید کی جائے۔

اختلاف نظری کی صورت میں جس مجتہد کے علم وعمل اور زہد و تقویٰ پر زیادہ اعتماد ہو اسکی کی جائے۔

سوال ۶: کیا یا علی مدد کہنا صحیح ہے اگر صحیح نہیں تو کیوں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اسلامی سلام سلام علیکم یا السلام علیکم ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ پنجاب سندھ اور ملنگوں کی ایجاد ہے۔ یا اسماعیلی فرقہ کا خصوصی شعار (پہچان) ہے

سوال ۸: کیا ہم کلمہ میں علی ولی اللہ کہہ سکتے ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں کلمہ میں میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ جو اسلامی کلمہ ہے علی ولی اللہ کہہ سکتے ہیں جو کہ ایمانی کلمہ ہے۔ اور یہ معصومین علیہ السلام سے ثابت ہے (تفسیر نور الثقلین)

سوال ۹: حدیث کساء، اور دعائے توسل پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں پڑھ سکتے ہیں اگرچہ دعائے توسل کسی امام سے منقول نہیں ہے اور حدیث کساء مرسل بلکہ مجہول السند ہے مگر پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال ۱۰: یہ جو علم کے اوپر پنجہ لگایا جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ احوط یہ ہے پنجہ نہ لگایا جائے۔

سوال ۱۱: جمعہ نماز کا وقت کیا ہے اگر 1:45 منٹ پر نماز دن کو پڑھی جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور جمعہ نماز کا وقت کتنے وقت تک ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ نماز کے اوقات تمام فقہی کتابوں میں مذکور ہیں نماز جمعہ کا وقت بالکل تنگ ہے اور وہ زوال عرفی ہے۔

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

محبت اہلبیت علیہ السلام

از کتاب موضوعی کہانیاں مترجم مولانا اقبال حسین خان

قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

کہدو میں تم سے اپنے قربیٰ سے محبت کے سوا کسی اُجرت کا طلب گار نہیں ہوں۔(سورہ حم شوریٰ آیت ۲۳)

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

جسے اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیتؑ کے ائمہؑ کی محبت عطا فرمائی اسے دنیا و آخرت کی خیر ملی (میزان الحکمۃ ۳۲۰۲)

ہم اہل بیتؑ کی محبت پر ہمیشہ قائم رہو

(میزان الحکمۃ ۳۲۰۲)

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

ہماری محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے

(بحار الانوار جلد ۶۸ صفحہ ۶۱)

بھاری سرمایہ:

ایک شخص حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔عرض کیا: میں آپ اہل بیتؑ کے شیعوں سے ہوں اور پھر اپنی تنگ دستی اور فقر کی شکایت کی۔

آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے تو ہمارا شیعہ اور محب بھی ہو اور اپنے آپ کو فقیر بھی سمجھتا ہو۔جب کہ ہمارے شیعہ بہت بڑے ثروت مند ہوتے ہیں۔تیرے لیے ایک ایسی نفع بخش تجارت اللہ تعالیٰ نے قرار دی ہے جو بہت زیادہ منفعت والی ہے۔

اس شخص نے پوچھا:

مولا! وہ تجارت کونسی تجارت ہے۔

آپ نے فرمایا:

اگر آپ سے کوئی ثروت مند کہے کہ اس ساری دھرتی کو تیرے لیے چاندی سے بھر دیتے ہیں تم ولایت اہل بیت علیہم السلام سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کی محبت اپنے دل سے نکال دو اور ان کے دشمنان کی محبت و دوستی اپنے دل میں ڈال لو تو کیا ایسا کرنے کو تیار ہو جاؤ گے۔

اس شخص نے عرض کیا:

نہ اے فرزند رسول خدا۔بلکہ اگر پوری دنیا کو سونے سے بھر کر کوئی مجھ سے ایسا مطالبہ کرے تو بھی میں اس کا مطالبہ مسترد کر دوں گا۔

آپ نے فرمایا:

دیکھا میں کہتا ہوں آپ فقیر نہیں ہیں۔بے نوا تو وہ ہوتے ہیں جن کے پاس یہ خزانہ جو آپ کے پاس ہے نہ ہو۔

پھر آپ نے کچھ مقدار مال اُسے عطا فرمایا۔اور وہ رخصت

لے کر چل دیا۔

ولایت:

علامہ مجلسیؒ نے امام جعفر صادقؑ یا امام محمد باقرؑ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر میں چھ تصویریں داخل ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک سب سے خوبصورت ہوتی ہے۔ جس کی خوشبو انتہائی پاکیزہ اور حالت اعلیٰ ہوتی ہے۔ وہ تصویریں ترتیب کے ساتھ دائیں بائیں سامنے سر کے اوپر اور پیروں کی طرف کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اور جو بہت خوبصورت ہوتی ہے وہ سر کے اوپر کھڑی ہوتی ہے۔ جونہی کوئی مشکل یا عذاب اس مردے کا رخ کرتی ہے تو جس طرف سے آمد ہوتی ہے اس طرف والی تصویریں اس کا دفاع کرتی ہے۔ سر کی جانب والی خوبصورت تصویر باقی تصاویر سے مخاطب ہو کر ان سے پوچھتی ہے:

خداوند متعال آپ کو جزائے خیر دے تم کون ہو؟

دائیں جانب والی تسویر جواب دیتی ہے میں نماز ہوں۔

بائیں طرف والی کہتی ہے میں زکوٰۃ ہوں۔

جو سامنے والی ہوتی ہے کہتی ہے میں روزہ ہوں۔

سر کے پیچھے والی کہتی ہے میں حج و عمرہ ہوں۔

جو پاؤں کی جانب ہوتی ہے کہتی ہے میں اس کے اپنے بھائی مومن کے ساتھ نیکی واحسانات ہوں۔

پھر یہ سب تصویریں مل کر اس خوبصورت تصویر سے سوال کرتی ہیں:

آپ کون ہیں؟ آپ تو ہم سے بہت زیادہ پاکیزہ معطر وزیبا ہیں؟

وہ تصویر جواب دیتی ہے: میں ۔۔۔ ولایت آل محمد علیہ السلام ہوں۔ (بحارالانوار)

محبت کا اثر:

ایک شخص ساری زندگی فسق و فجور میں گزار کر مر گیا۔ بنی اسرائیل نے اسے اٹھا کر ایک کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جا کر اسے اٹھاؤ اور غسل و کفن دے کر دفن کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اس عزت و احترام واکرام کا سبب دریافت کیا۔ ارشاد ہوا: اس لیے کہ اس نے ایک دن حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بارے تورات میں آپ کے فضائل دیکھے تو اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت پیدا ہو گئی۔ پھر اس نے اس صفحہ کو اپنے منہ پر لگا کر چوم لیا تھا۔ میں نے اس کے اسی لیے سارے گناہ بخش دیے ہیں۔

عشق ولایت:

جب جناب حجر بن عدی اپنے دوسرے چھ ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر جلاد کے سامنے آئے اور انکی شہادت کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے۔

جلاد سے فرمایا: اگر آپ لوگ میرے بیٹے ہمام کو بھی قتل کرنا چاہتے ہیں تو میری خواہش ہے پہلے اسے قتل کریں۔

جلاد نے پوچھا: اس کی وجہ کیا ہے۔ آپ اس قسم کی خواہش کیوں کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں وہ میری گردن پر چلتی تلوار دیکھ کر اس کے خوف سے ولایت علی ابن ابی طالب سے دستبردار نہ ہو جائے۔

حجر بن عدی حضرت رسول اکرمؐ سے روایت فرماتے ہیں: آپؐ نے حجر کو ہی فرمایا تھا:

''تم علی علیہ السلام کی دوستی کی وجہ سے قتل کیے جاؤ گے۔ اور جونہی تیرا سر گردن سے جدا ہو کر زمین پر گرے گا زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گا جو تیرے خون آلودہ سر کو دھو ڈالے گا''

اور پھر اسی طرح ہی ہوا کہ ان کی شہادت کے وقت جب ان کا سر تن سے جدا ہو کر زمین پر گرا تو پانی کا ایک چشمہ زمین سے ابلا اور اس کے سر مطہر کو دھو ڈالا۔

ابن سکیت:

عربی ادب کی دنیا میں ایک معروف نام رکھنے والے عالم ابن سکیت گزرے ہیں جن کا نام عربی زبان کے صاحب نظر لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ متوکل عباسی کی خلافت کے زمانہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حکومت لا بی کی نظروں میں شیعہ علی بن ابی طالب شمار ہوتے تھے۔ ان کے علم وفضل کے عمومی شہرت کے مد نظر متوکل نے انہیں اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اپنے پاس اتالیق رکھا ہوا تھا۔

ایک دن متوکل کے بچے اس کے پاس آئے جب ابن سکیت بھی وہاں موجود تھے۔ ابن سکیت نے اس دن ان کا امتحان لینا تھا۔ بچوں نے سوالات کے خوب جواب دیے۔

متوکل نے ابن سکیت سے اظہار خرسندی و رضایت کیا۔ اور اپنے سابقہ خیال کے مد نظر جو اس کے ذہن میں ابن سکیت کے شیعہ ہونے کے بارے تھا، اس سے آزمائش کے لیے سوال کیا؟

میرے یہ دو فرزند آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا حسن وحسین فرزندان علی علیہ السلام ابن سکیت اس تقابل سے بہت برہم ہوئے اور دل ہی دل میں کہا: یہ مغرور شخص اپنے خیال وغرور میں کہاں تک جا پہنچا ہے۔

شاید یہ میری غلطی ہے کہ میں نے اس کے بچوں کو اس قدر زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

ابن سکیت نے فوراً برجستہ جواب دیا: آپ کا خیال اپنے پاس۔ لیکن میرے خیال میں حضرت علی کا غلام قنبر بھی ان دونوں کے باپ اور ان دونوں سے کہیں بہتر ہے۔

متوکل نے اس محفل میں جلاد کو بلوا کر ابن سکیت کی زبان گدی سے، پس گردن سے نکلوا دی۔

شعلہ ور عشق:

حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک سیاہ فام شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے امیر المومنین میں نے چوری کی ہے۔ مجھے پاک فرمائیے۔ میرے اوپر حد شرعی جاری فرمائیے۔

اور پھر اس نے آپ کے حضور باختیار خود سہ بار چوری کا اعتراف بھی کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ دی جائیں۔

وہ شخص آپ کی محفل سے زخمی ہاتھ کے ساتھ نکلا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن راستہ چلتے چلتے بڑے شوق وخلوص کے

ساتھ اس طرح کہتا جا رہا تھا:

میرے ہاتھ کو مومنین کے امیر، پرہیزگاروں کے پیشوا اور روز محشر میں سفید رو مومنین کے قائد نے کاٹا ہے، جو دین کے رہبر اور تمام اوصیاء کے آقا ہیں۔

لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور وہ اسی طرح حضرت امیر علیہ السلام کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہا۔

اسی دوران حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ دونوں تشریف لائے اور اس سے محبت کا اظہار فرمایا۔ پھر وہ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

بابا جان ہم نے راستہ میں ایک سیاہ رنگ شخص کو دیکھا ہے۔ آپ نے جس کا ہاتھ سزا کے طور پر کاٹا تھا۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ وہ شخص آپ کی تعریف کر رہا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ اور اسے میرے پاس حاضر کرو۔

جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس سے اظہار محبت فرمایا اور اس سے یوں مخاطب ہوئے:

میں نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور آپ میری مدح سرائی کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ بیان کر سکتے ہو یہ کیونکر کر رہے ہو؟

اس شخص نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ آپ کا عشق اور آپ کی محبت میرے گوشت پوست میں رچ بس گئی ہے۔ آپ کی محبت میری ہڈیوں میں اتر گئی ہے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ اگر میرے پورے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں تو پھر بھی آپ کی محبت میرے دل سے ایک لحظہ کے لیے بھی جدا نہیں ہو سکتی۔ آپ نے تو میرے خدا کے حکم کے مطابق مجھے سزا دے کر پاک کر دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے اسے دعا دی اور پھر اس کے ہاتھ کی کٹی ہوئی انگلیاں اس کے ہاتھ کے ساتھ جوڑ دیں۔ انگلیاں پھر مثل سابق ہو گئیں۔ اور اس کا ہاتھ بالکل صحیح و سالم نظر آنے لگا۔

(بحار الانوار صفحہ ۶۸، ۶۱)

سایۂ عشق میں محشور:

خراسان کا رہنے والا ایک شخص انتہائی شدید تکلیف کے ساتھ دور دراز کا سفری راستہ طے کر کے اپنے دل میں عشق و مودت اہل بیت علیہ السلام کا جذبہ لیے پھٹے پرانے جوتوں کے ساتھ پیدل سفر کر کے زخمی پیروں کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا۔ اس نے امام علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہونے پر اپنے رب کا شکر ادا کیا اور پھر امام علیہ السلام سے اس طرح عرض گزار ہوا:

اے فرزند رسول میرے اس جگہ آنے کا سبب صرف آپ خانوادہ اہل بیت علیہ السلام کی محبت اور مودت ہے اور یہی جذبہ مجھے اس جگہ کھینچ لایا ہے۔ اور پھر اپنے زخمی پاؤں آنحضرت کو دکھائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جس کسی کو جس شے سے محبت ہو گی وہ اسی شے کے ساتھ بروز قیامت محشور ہو گا۔ (داستانہائے معنوی صفحہ ۱۸۷)

☆☆☆☆

باب المتفرقات

کیا یہ لوگ۔۔۔اب بھی مسلمان ہیں؟

از ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان سرگودہا

ماہنامہ دقائق اسلام کے لئے مضمون لکھنے بیٹھا۔ تو عنوان کا انتخاب کرنے میں ذرا دقت پیش آئی کہ کس موضوع پر لکھوں۔ ساتھ ہی ٹی وی سکرین پر قیامت صغریٰ کا منظر دیکھا۔ دل دہل گیا۔ خوفناک مناظر دیکھ کر ایسے لگا۔ جیسے دل ہی رک گیا ہو۔ بہر حال پھر ارادہ کیا۔ کہ آج اسی موضوع پر ہی چند الفاظ تحریر کروں۔ تاکہ

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اسلام کیا ہے:

مذہب اسلام سلامتی کا دین ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اسلام آیا ہی قبل از اسلام اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے تھا۔ غلاموں پر جبر۔ عورتوں اور بچوں پر ظلم۔ ہمسائیوں کے ساتھ تشدد۔ غریبوں اور مسکینوں کے حقوق پر ڈاکہ۔ جبر و اکراہ کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سلامتی کا مکمل پروگرام اور قانون ایک لائحہ عمل کی شکل میں بھیجا۔ تاکہ انسان تمام غیر انسانی حرکات کو ترک کر کے اسلام کے آفاقی اور سلامتی کے نظام کی چھتری تلے آجائے۔ اور کائنات کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا سکے۔

مسلمان کون ہے:

اسلام کے ضابطۂ حیات پر مکمل طور پر عمل کرنے والے کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ یعنی جو اصول و ضوابط اسلام نے بتائے ہیں۔ ان پر عمل کرنے والے کو مسلمان کہتے ہیں۔ نہ کہ اپنے قیاس اور فرسودہ رسومات کو اسلام میں زبردستی داخل کر کے اس کے اوپر اسلام کا لیبل لگا دینا۔ حقوق کے معاملہ میں دیکھا جائے تو اسلام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر کیا ہے۔ اور حقوق العباد کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر ایک ایسا اندرونی طور پر ایک دوسرے کو جوڑنے والا نظام بنایا ہے۔ کہ اس نظام سے انسان ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے اس سے نظام اسلام کی اجتماعیت کی سوچ کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ باہم ربط میں انسانی محبت و شفقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کی نشر و اشاعت:

اگر صدر اسلام کا زمانہ دیکھا جائے تو یہ بات مسلم الثبوت ہے۔ کہ دین کی نشر و اشاعت تبلیغ سے ہوئی ہے۔ تلوار سے نہیں۔ میثاق مدینہ کا مطالعہ کریں۔ یا پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کو سامنے رکھیں۔ تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے تو بجائے خود غیر مسلموں کے ساتھ بھی اتنا حسن سلوک روا رکھا۔ کہ لوگ اسلام قبول کرنے پر خود مجبور ہو گئے۔

ایک عیسائی مبلغ حضرت علی علیہ السلام کے بارے لکھتا ہے کہ

میں اس ہستی کی کیا تعریف کروں کہ جسے مسلمانوں کی نسبت ذمی زیادہ دل وجان سے چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سفر پر جا رہے تھے۔ کہ ایک شخص آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ آپ نے کوفہ جانا تھا۔ دوسرے شخص نے کسی اور مقام پر جانا تھا۔ اس کی وضع قطع سے پتہ چل گیا کہ یہ ذمی ہے۔ راستہ میں گفتگو ہوتی گئی۔ جب اس مقام پر پہنچے جہاں راستہ جدا ہوتا تھا۔ تو وہ شخص اپنے راستے پر چل پڑا۔ حضرت علیؑ بھی اس شخص کے ساتھ ہو لیے۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ ذمی شخص پوچھتا ہے۔ کہ آپ نے تو کوفہ کے راستہ پر جانا تھا۔ لیکن آپ اس راستہ پر کیوں آ رہے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ میرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ کا فرمان ہے۔ کہ اپنے ساتھی کے ہمراہ چند قدم جاؤ۔ یہ آداب ہمسفری ہیں۔ فوراً وہ ذمی حضرت کے پاس آیا اور کہا۔ کہ واقعی یہ آپ کے نبیؐ کا فرمان ہے۔ فرمایا ہاں۔ فوراً آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور مسلمان ہو گیا یہ ہے اخلاق نبوی کا نمونہ۔

اشاعت اسلام کے دروازے:

البتہ وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد جب کچھ لوگوں نے تلوار کے زور پر فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سے سلطنت اسلامی کی سرحدیں تو پھیل گئیں لیکن اسلام اصلی روپ میں نہ پھیل سکا۔ علاقوں کے علاقے فتح ہوتے گئے۔ لوگوں کو قتل و غارت اور تشدد کے ذریعے دائرہ اسلام میں لانے کی کوشش کی گئی۔ ان کے اموال لوٹ لیے گئے۔ عورتوں بچوں کو قیدی بنا کر غلام اور کنیزیں بنالیا گیا۔ یا پھر ان سے زبردستی خراج لے کر زندگی کی سانس لینے کا اختیار دیا گیا۔

ہاں البتہ حقیقی وارثان علم واخلاق نبویؐ تمام تر مظالم برداشت کرنے، بنو امیہ بنو عباس کے تشدد کے باوجود احکامات الٰہی اور ارشادات نبویؐ اور سیرت وکردار مصطفویؐ کا مکمل طور پر حتی المقدور پیغام دیتے رہے۔ اور اسلام کو اصلی روح کے مطابق زندہ وتابندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ حتی کہ اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی اپنے مقدس سروں کو نیزوں پر بلند کروالیا۔ بہنوں بیٹیوں کی چادریں قربان کروادیں۔ لیکن اسلام کی اصلی صورت وشکل کو قیامت تک کے لیے اصلی روح کے ساتھ زندہ و پائندہ و بنا دیا۔

اسلام کے ناشرین کا کردار اور اس کا اثر اقوام عالم پر:

اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ بنظر عمیق کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ جن لوگوں نے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو اپنا پیشوا مانا اور دین و دنیا کا راہ نما جانا۔ ان کے ہاں تشدد نہیں۔ ظلم نہیں بربریت و وحشت نہیں۔ بلکہ اخلاق نبوی ہے۔ سیرت امیر المومنین ہے۔ کردار حسینیؑ ہے، امن و آشتی ہے۔ علم جعفر صادقؑ ہے۔

لیکن دوسری جانب نگاہ کریں کہ جن کے ہیرو اسلام و مسلمانوں کے بڑے دشمن۔ پیغمبر اکرمؐ اور ان کی آل کے قاتل ہوں۔ حجاج بن یوسف جیسے درندے کو مسلمانوں کا حاکم سمجھا جائے جو لاکھوں سادات ومومنین کا قاتل ہے۔ اور دیگر وہ کردار کہ جن کا نام لینے سے گھن آتی ہے۔

دہشت گردی کو اسلام کا لیبل لگانا:

دہشت گردی جو آج ہم اپنے اردگرد دیکھ رہے ہیں۔اس کی تاریخ بڑی بھیانک اور وحشت ناک ہے۔ پاکستان، ایران، افغانستان، عراق یا دوسرے مسلمان ممالک جو آج کل دہشت گردی کا شکار ہیں۔اور خاص طور پر ہمارا ملک عزیز پاکستان جو سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہے۔کبھی فرقہ واریت کے نام پر۔کبھی لسانی بنیادوں پر کبھی علاقائی بنیادوں پر اور اب صرف دہشت پھیلانے کے لیئے بازاروں میں دفاتر میں اور فورسز پر حملے ہو رہے ہیں۔ یہ دہشت گرد اپنی ان ظالمانہ کارروائیوں پر ظاہرا اسلام کا لیبل لگا کر اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ان کی انہی غلط کارروائیوں کی وجہ سے لوگ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر یہی اسلام ہے۔اور یہی مسلمان ہیں۔تو پھر ہمارا دور سے سلام۔

دہشت گردی کے ہر واقعے کو قبول کرنا اور پھر فخر کرنا:

ملک پاکستان میں جہاں بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے۔ ٹارگٹ کلنگ ہو۔یا مساجد و امام بارگاہ میں بم بلاسٹ کا واقعہ ہو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا قتل ہو یا نشتر پارک کراچی کا واقعہ مجالس میں دہشت گردی ہو یا جلوسوں میں۔سیاسی جلوس ہوں یا مذہبی ہر واقعہ کی ذمہ داری القاعدہ یا طالبان قبول کر لیتے ہیں۔اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ پشاور مینا بازار میں کم از کم ڈیڑھ سو کے قریب بچے عورتیں۔بوڑھے دہشت گردی کا شکار ہو گئے۔ ہزاروں خاندان اجڑ گئے۔عورتیں بیوہ ہو گئیں۔بچے یتیم ہو گئے لوگوں کے کاروبار دکانیں تباہ ہو گئیں۔خدا جانے یہ سب کچھ کر کے یہ سب کچھ کرنے والوں کو کیا حاصل ہوا؟

ایک اور طریقہ واردات:

دہشت گردوں نے ایک نیا طریقہ واردات جو اپنایا ہے۔وہ بچوں کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز میں بم بلاسٹ کرنا۔ بچوں اور ان کے والدین کو خوف زدہ کرنا۔تاکہ نہ بچے سکولوں میں جائیں اور نہ والدین مطمئن ہو سکیں۔پورے ملک میں ایک خوف اور وحشت کا سماں ہے۔ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں بے چاری بچیوں کو مارنا۔کہاں کی بہادری ہے۔اگر امریکہ کے خلاف جنگ ہے۔تو ان کے ساتھ جا کر لڑو۔معصوم اور بے گناہ بچیوں کو مار کر امریکہ کا کیا نقصان ہوگا؟ اپنے شہروں اور گھروں کو اجاڑ کر امریکہ کی کون سی معیشت تباہ ہو گی؟

حکومت کی بے بسی:

حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ریاست جس کا مرکزی اور بنیادی کام ہی عوام کی جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت ہوتا ہے۔ وہ اتنی بے بس نظر آتی ہے۔کہ دہشت گرد جہاں چاہیں۔وہیں حملے کر لیتے ہیں GHQ ہو۔یا اسلام آباد کے قلب میں کوئی اور اہم عمارت۔مذہبی امور کا وزیر محفوظ نہیں دیگر عوام الناس کا کون پرسان حال ہوگا۔حکومت ہو یا اپوزیشن ایک دوسرے پر الزامات لگانے میں مصروف ہیں۔نہ ان کے پاس کوئی پروگرام ہے۔نہ ایجنڈا۔نہ مہنگائی کنٹرول ہو رہی ہے۔نہ انتظامی امور کنٹرول میں ہیں۔جس کا جو جی چاہے کرے۔کوئی پوچھنے والا نہیں۔ایک امریکی عہدیدار آ جائے۔پورا شہر بند کر دیا جاتا ہے۔جیسے یہاں کوئی رہتا بستا ہی نہیں۔وزیروں مشیروں کے ساتھ محافظوں کی فوج ظفر موج ہے۔اور غریب شہریوں کو کوئی تحفظ نہیں۔حالت یہ ہے کہ صوبے کی انتظامیہ کہتی ہے۔جو سکول اور کالج اپنی سیکورٹی کا

بندوبست کر سکتے ہیں۔ وہ سکول کھول لیں۔ کتنی بے بسی ہے۔

امریکی وزیر خارجہ کا بیان کہ میں یہ تسلیم نہیں کرتی کہ اسامہ بن لادن اور ملا عمر کے بارے پاکستانی رہنماؤں کو علم نہ ہو۔ کتنا بڑا طمانچہ ہے۔

دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ضروری ہے۔ کہ دہشت گردی کے وہ بنیادی مراکز ختم کیے جائیں۔ جن کا ایجنسیوں کو علم ہے۔ جن کو کسی دور میں جہاد کے نام پر ٹریننگ سنٹر بنائے گئے تھے۔ آج وہی ٹریننگ سنٹر ہماری بربادی کا سبب بن رہے ہیں۔ وہ چند مدارس جن میں فرقہ واریت کا سبق دیا جاتا ہے۔ جہادی گروہوں کو پناہ دی جاتی ہے۔ ان کا خاتمہ ضروری ہے۔

تعلیم کو عام کیا جائے۔ لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ وزراء اور وزراء اعلیٰ کے حفاظت پر مامور بڑے بڑے قافلے ختم کر کے عوام کی حفاظت کی جائے۔ جب عوام محفوظ ہوگی تو سربراہ بھی محفوظ ہوں گے۔ اپنی پاک فوج کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے تاکہ وہ اپنے اہداف حاصل کر سکیں۔ اور ملک امن کا گہوارہ بن سکے۔ اور یہ دہشت گرد جو انسانیت کے دشمن ہیں۔ نہ یہ انسان ہیں نہ یہ مسلمان ہیں ان سے ملک وملت کو پاک کیا جائے۔

خدا ہمارے ملک اور ملت کی حفاظت فرمائے۔

آمین بحق النبی وآلہ الطاہرین

باب المتفرقات

ریاء (خودنمائی)

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

خداوند متعال ایسا عمل جس میں ذرہ بھر ریا ہو قبول نہیں فرماتا۔ (میزان الحکمۃ ۶۷۸۶)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

جان لو معمولی سی ریاء کاری بھی شرک شمار ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

ہر قسم کی ریا کاری شرک ہے۔ یقیناً جو شخص لوگوں کی خوشنودی کے لیے عمل کرے گا اس کا اجر بھی لوگوں کے ذمہ ہی ہوگا۔ (اسے خداوند متعال سے اجر کی امید نہیں کرنا چاہیے)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

بروز محشر ایک نمازی شخص کو لایا جائے گا، وہ بارگاہِ رب العزت میں عرض کرے گا خدایا میں نے تیری رضا طلبی کے لیے نماز پڑھی تھی۔ واپسی کہا جائے گا نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ تو نے اس لیے نماز پڑھی تھی کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص کی نماز کتنی اچھی ہے۔ پس حکم ہوگا اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔

ریاکاری بدتر از زناکاری:

طاعتی را کہ می ریاء بنیاد

نخعی جملہ باد باشد باد

جس اطاعت گزاری کی بنیاد ریاء کاری سے پاک نہ ہو وہ برباد ہے برباد۔

سعدی فرماتے ہیں:

''گناہ کردن پنہان بہ از عبادت فاش''

چھپ کر گناہ کرنا ریاکاری والی عبادت سے بہتر ہے۔

غرور کا احساس:

از کتاب موضوعی کہانیاں مترجم مولانا اقبال حسین خان

محدث حاج شیخ عباس قمیؒ کے مشہد مقدس کے قیام کے دوران اہل مشہد کے اہل ایمان بزرگان اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے اور درخواست کی ماہ مبارک رمضان میں مسجد گوہر شاد میں نماز باجماعت کی امامت کرادیا کریں اور ہماری یہ عرض داشت قبول فرمائیں۔

انہوں نے ان کے احترام میں رضامندی ظاہر فرمائی۔ پھر وہ باقاعدہ نماز جماعت کے لیے تشریف لائے لیکن ایک دن نماز ظہر کی جماعت سے فارغ ہو کر اٹھ کر چل دیے اور اپنے پاس موجود لوگوں سے فرمایا کہ نماز عصر کے لیے انتظار نہ کرنا۔ اور اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور پھر اس کے بعد ماہ رمضان کے آخر تک نماز جماعت کے لیے تشریف نہ لائے۔

بعد میں کسی اہل علم نے ان سے اس سلسلہ میں پوچھا کہ آپ نے نماز جماعت کیوں چھوڑی؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں جب جماعت میں تھا تو چوتھی رکعت کے رکوع میں مجھے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی رکوع میں شامل ہونے کے لیے یا اللہ یا اللہ کی آوازیں جب کثرت سے سنائی دیں، دور دور تک آواز گونجی تو میرے دل میں ایک احساس برتری پیدا ہوا، اور خیال گزرا کہ یہ کتنے لوگ میری جماعت میں شامل ہیں۔ اور یہی میرے نماز جماعت کی امامت کے لیے نا اہل ہونے کی بڑی دلیل ہے۔ میں اس بارگراں کا متحمل نہیں ہوں۔

خوش فہمی:

بنی اسرائیل کے ایک عابد نے سالہا سال عبادت کرنے کے بعد خداوند متعال سے درخواست کی کہ اسے اس کا مقام دکھلا دے۔

خواب کی حالت میں انہیں الہام ہوا کہ آپ کا خداوند متعال کی نظروں میں کوئی قابل قدر عمل نہیں ہے۔ کیونکہ آپ اپنے نیک اعمال کی انجام دینے کے بعد ان کا لوگوں سے تذکرہ کرتے تھے۔ آپ کے اعمال کا وہی اجر تھا جو آپ لوگوں میں اپنی نیکوکاری بیان کر کے اپنے آپ خوش ہوتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ اجر وثواب کے حقدار بھی ہیں۔

غیر خدا کیلئے عمل:

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: بعض انسانوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ساتھ ہی داروغہ جہنم کو ارشاد خداوندی ہوگا کہ جہنم کی آگ کو ان کے پیروں کو جلانے سے باز رکھو۔ کیونکہ یہ انہی قدموں کے ساتھ چل کر مسجد کی طرف جاتے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ یہ انہی ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کرتے تھے۔ ان کی زبان کو بھی جلنے سے بچاؤ۔ کیونکہ اسی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔

پھر داروغہ جہنم ان سے سوال کرے گا۔ بالآخر تم خود ہی بتاؤ کہ تم کیونکر جہنم میں ڈالے گئے ہو؟

وہ جواب دیں گے ہمارے اعمال میں خلوص نہیں تھا۔ ہم اپنے اعمال میں غیر خدا کی رضامندی تلاش کرتے تھے۔ اس لیے ہمیں کہا گیا ہے کہ جاؤ اور اپنے اعمال کا اجر وثواب انہی سے لو جن کی خوشنودی کی خاطر یہ کام انجام دیتے تھے۔

خوف اور ہنسی:

ایک غلام نے ایک عابد کے پاس جا کر پوچھا آپ کس طرح اور کتنی نمازیں پڑھتے ہیں۔

میری عبادت کے بارے کیا پوچھتے ہوں۔ میں نے تو بہت زیادہ نمازیں، عبادتیں انجام دی ہیں۔

عالم نے پوچھا:

اچھا تو یہ بتائیں کہ عبادت کے وقت آپ کی گریہ وزاری کس قدر ہوتی ہے؟

عابد نے کہا:

اتنا روتا ہوں کہ میرے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔

عالم نے فرمایا:

بس سمجھ لو کہ آپ اگر سسکتے رہیں اور خوف خدا بھی ہو تو آپ کے اس گریہ سے کہیں بہتر ہے کہ جس پر فخر کریں۔ اور آپ کے دل میں غرور ہو۔

اپنے عمل پر فخر کرنے والے کے عمل سے کچھ بھی قبولیت کے لیے اوپر نہیں جاتا۔

بہشتی اور دوزخی:

ایک طباخی نے شبلی کی بہت زیادہ تعریف سنی اور اس کا عاشق ہو گیا۔ اسے ایک دن خبر ملی کہ آج شبلی اس کے شہر میں آ رہا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس کے دیدار و ملاقات کے لیے بے تاب تھا۔ اپنے تنور کے سامنے روٹی لینے والوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ اس شدید گرمی کے دن میں اس کے پاس ایک شخص تیزی سے آیا اور کہا:

''میں بہت دور کے سفر سے آ رہا ہوں اور بہت بھوکا ہوں۔

مجھے ایک روٹی دیدو۔ مجھے بہت زیادہ بھوک ہے۔''

طباخی نے کہا:

''ایک درہم کی ایک روٹی ہے۔ درہم دیدو روٹی لے لو''

مسافر جو بھوک سے نڈھال تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، اس پر کمزوری اور تھکاوٹ کے باعث کپکپی طاری تھی۔

طباخی سے درخواست کی کہ: ''اپنی جوانمردی اور شرافت کے سبب بغیر درہم کے ایک روٹی ہدیہ کر دو۔''

طباخی چیخا اور مسافر کو جھڑک کر کہا: اگر آپ میرے تنور کی رونق دیکھ رہے ہیں اور میرے کاروبار کو چلتا دیکھ رہے ہیں تو یہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ تیرے جیسے گداگروں پر عنایت نہیں کرتا ہوں۔

مسافر نے سر نیچا کر لیا، اور چلنے کی راہ لی۔ طباخی کے تنور کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مسافر کے ساتھ روٹی لینے کا انتظار میں کھڑا ایک اور شخص یہ سارا ماجرا دیکھتا رہا۔ اور طباخی سے کہا:

کاش آپ جوانمردی دکھاتے اور اسے ایک روٹی دے کر اپنا مہمان بنا لیتے اور تمہیں اس پر فخر ہوتا۔

طباخی نے اسے بھی جھڑک کر کہا: تیری بات کا اس سے کیا مطلب؟ فضول بات نہ کرو۔

اس نے آہ کھینچی اور کہا: میں نے سنا ہے کہ تجھے شبلی کے ساتھ عشق کی حد تک محبت ہے۔

میں نے سارا ماجرا دیکھا، اور چپ رہا۔ تاکہ دیکھ لوں کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

طباخی نے فوراً پوچھا: اچھا تو کیا وہ شبلی تھے؟

اس شخص نے کہا: ہاں تو اور کیا۔ وہی تو تھے۔ اور آپ کے عشق کا پتا چل گیا۔ اگر آپ کو اس سے محبت تھی تو اسے کیوں روٹی نہیں دی؟

طباخی تیز تیز دوڑتا ہوا شبلی کے پیچھے بھاگا۔ اس کو جا کر ملا اور معذرت خواہی کی، پاؤں پر گر گیا، معافی کا طلب گار ہوا۔

شبلی نے اس شرط پر راضی ہونے کا اظہار کیا کہ ایک بہت ضروری عمل میں آپ کو بتاتا ہوں، اگر مجھے راضی کرنا ہے تو وہ انجام دینا ہوگا۔

طباخی نے شرط قبول کر لی۔ شبلی نے کہا: اگر آپ مجھے

راضی کرنا چاہتے ہو تو کل غرباء و مساکین کے ساتھ مجھے کھانا کھلائیں، اور جتنا ہو سکے ہماری خدمت کریں۔ خاطر خواہ کھانے کا انتظام کریں۔

طباخی نے شرط قبول کرتے ہوئے ایک سو طلائی سکہ کے خرچہ کے ساتھ کھانے کا اہتمام کیا۔ انواع و اقسام کے کھانوں کے ساتھ نہایت عمدہ دسترخوان سجایا قسم و اقسام کے مشروبات پیش کیے۔

شبلی دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئے اور دعا کرنے کے بعد کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تا کہ اور لوگ بھی تناول کریں۔ اسی اثناء میں ایک شخص جو شبلی کو جانتا تھا بلند آواز سے اسے مخاطب ہو کر بولا: میں چاہتا ہوں کہ اس مجمع سے بہشتی اور دوزخی بندوں کا پتا چلاؤں۔ آپ بتا سکتے ہیں؟

شبلی نے کہا: ''اگر آپ کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اس طباخی کو دیکھ لیں جس نے شہرت طلبی اور ناموری حاصل کرنے کے لیے اتنے کثیر اخراجات والی دعوت کا اہتمام کیا ہے اور مجھے خوش کرنے کے لیے ایک سو طلائی سکہ خرچ کر ڈالا۔ جبکہ کل خداوند متعال کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک روٹی کی قربانی دینے سے دریغ کیا۔''

اعادہ نماز:

ایک زاہد شخص کسی بڑے آدمی کی کھانے کی دعوت کے لیے اپنے بیٹے کے ہمراہ گیا۔ کھانا کھاتے وقت اپنے روزانہ کے معمول کی روش سے ہٹ کر کھانا عمداً تھوڑا کھایا۔ اور پھر جائے نماز بچھا کر ایک گوشہ میں سابقہ معمول سے ہٹ کر لمبی نماز ادا کی۔ دعوت کے اختتام پر دونوں باپ بیٹا واپس گھر لوٹے۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنی زوجہ سے کہا: کھانا لاؤ۔ مجھے بھوک باقی ہے۔

بیٹے نے تعجب کے ساتھ پوچھا:

بابا جان! کیا آپ نے ادھر جی بھر کر کھانا نہیں کھایا؟

باپ نے جواب دیا: کھانا کم کھایا تھا، تا کہ لوگ مجھے تھوڑا کھانے والا سمجھیں اور ان کی نظروں میں میرا احترام ہو۔ اور مجھے ادب کی نگاہ سے دیکھیں۔

بیٹے نے عرض کیا: بابا جان اگر کھانا کم کھایا تھا تو آپ نے نماز بھی معمول سے ہٹ کر طولانی ادا کی تھی۔ اب اگر دوبارہ کھانا کھانا ہے تو پھر نماز کی بھی قضا کرنا ہوگی۔ کیونکہ وہ بھی بے کار رہی تھی۔ خدا کے لیے نہ تھی۔

باب المتفرقات

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام

از علامہ رضی جعفر نقوی

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ارباب فکرو دانش کے لئے فہم وبصیرت کے سینکڑوں پہلو ہیں۔

اور جس طرح ہمارے ہر امامؑ نے زمانہ کی چیرہ دستیوں اور ظالم حکمرانوں کی سفاکیوں کے باوجود حق کے پرچم کو بلند رکھا اور صفحہ حیات پر وہ تابندہ نقوش ثبت فرمائے جن کی تجلیاں صبح قیامت تک بنی نوع انسان کے قلوب واذہان کو منور کرتی رہیں گی۔

اسی طرح امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام نے ہدایت کے وہ چراغ روشن کیے جن کی ضیا باریاں تشنگانِ علم ومعرفت کی سیرابی کا ہمیشہ سامان فراہم کرتی رہیں گی۔

جس طرح سلسلہ نبوت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہِ وقت نے ولیعہدی کے منصب پر فائز کیا، اسی طرح سلسلہ امامت میں امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کو بادشاہِ وقت نے ولیعہدی کا منصب پیش کیا۔

لیکن چونکہ دونوں بادشاہوں کی نیتوں میں فرق تھا اسی لئے منصب ولیعہدی کی قبولیت کے سلسلہ میں دونوں ہادیانِ برحق کا طرزِ عمل بھی مختلف نظر آیا۔

دنیا کے بادشاہان اپنے دستر خوان پر صرف اپنے ہم مرتبہ افراد کو ہی بٹھانا پسند کرتے ہیں، لیکن دین کے ذمہ دار تمام بندگانِ خدا کو شفقت ورحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اُن کے نزدیک تمام بنی نوع انسان ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے، بلند صرف وہ ہے جس کا کردار بلند ہو، جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

(اے لوگو۔ ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے خاندان و قبیلے قرار دیئے، تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرسکو، بیشک تم میں سے، خدا کی نزدیک سب سے معزز وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، یقیناً خداوند عالم خوب جاننے والا، باخبر ہے) (سورہ الحجرات پارہ ۲۶)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب غذا تناول کرنے کے لئے بیٹھتے تھے تو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو دستر خوان پر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں مختلف ادیان ومذاہب کے لوگوں سے جو مناظرے کئے ہیں، وہ تاریخ کا ایک نہایت ہی تابندہ ودرخشندہ باب ہے۔

کبھی ہندوستان سے آئے ہوئے طبیبوں سے مناظرہ
کبھی مختلف ملل ونحل کے کج فکر علماء سے مناظرہ۔
کبھی حاکم وقت سے مناظرہ

اور ان تمام مناظروں میں آپ نے عقل ومنطق اور قرآن و

حدیث کی روشنی میں ایسا محکم استدلال قائم کیا کہ مخالفین کے لئے، سر جھکانے کے سوا، کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا، اور ہزاروں کے مجمع میں انہیں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ حق وہی ہے جو امام وقت کی زبان پر جاری ہے:

قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام کے واقعات کے دوران ایسی باتیں ملتی ہیں، جو بادی النظر میں فہم بشر سے ماورا نظر آتی ہیں۔

اسی طرح ایسی آیات بھی بکثرت ہیں، جن سے ظاہری طور پر خداوند عالم کے اعضاء و جوارح کا ذکر نظر آتا ہے۔

یا انبیائے کرام کی طرف ایسی باتیں منسوب نظر آتی ہیں، جو ان کے رفعت شان سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حاکم وقت کے دربار میں ہزاروں کے مجمع میں عقلی اور منطقی دلائل و براہین کے ساتھ ایسی گفتگو فرمائی کہ ذہنوں پر چھائی ہوئی شکوک و شبہات کی بدلیاں چھٹ گئیں اور حقیقت کا سورج ابھر کر قلوب واذہان کو منور کر گیا۔

ولادت باسعادت:

مشہور قول کے مطابق امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت:

۱۱۔ ذیقعدہ ۱۴۸ ہجری

کو مدینہ منورہ میں ہوئی، گویا اپنے دادا حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے ۱۶، یا ۲۶ دن کے بعد۔

بیشتر علماء و مورخین جیسے:

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الارشاد" میں۔

الشبر اوی نے اپنی کتاب: "الاتحاف بحب الاشراف" میں

ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی معروف کتاب "کافی" میں۔

شیخ کفعمی نے اپنی کتاب: "المصباح" میں۔

شہید اول علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الدروس" میں۔

علامہ طبرسی نے اپنی کتاب: اعلام الوریٰ میں۔

فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب: "روضۃ الواعظین" میں۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "علل الشرائع" میں

تاج الدین محمد بن زہرہ نے: کتاب "غایۃ الاختصار" میں

ابن صباغ مالکی نے: "الفصول المھمہ" میں

علامہ اردبیلی نے اپنی کتاب: "جامع الرواۃ" میں

مشہور مورخ مسعودی نے اپنی تالیف: "مروج الذھب" میں

معروف تاریخ نگار ابوالفدا نے اپنی کتاب "تاریخ ابی الفداء" میں

گنجی شافعی نے اپنی کتاب: "کفایۃ الطالب" میں

مشہور مورخ ابن اثیر نے اپنی کتاب "تاریخ کامل"

ابن حجر مکی نے اپنی کتاب: الصواعق المحرقۃ" میں

شبلنجی نے اپنی تالیف "نور الابصار" میں

خطیب بغدادی نے "سبائک الذھب" میں

سبط ابن جوزی نے اپنی مشہور کتاب: "تذکرۃ الخواص" میں

ابن الوردی نے اپنی تاریخ (تاریخ ابن الوردی) میں اور تاریخ الغفاری میں بھی یہی منقول ہے۔

نوبختی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

عتاب بن اسد کہا کرتے تھے کہ: ''انہوں نے اہل مدینہ کو یہی بیان کرتے سنا ہے''

ان کے علاوہ، دیگر بکثرت علماء و مورخین نے یہی لکھا ہے کہ امام ششم حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی جس سال شہادت ہوئی اس سال امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہے۔

البتہ۔ اربلی نے اپنی کتاب ''کشف الغمہ'' میں۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب ''المناقب'' میں۔

ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الاعیان'' میں۔

ابن عبدالوہاب نے: ''عیون المعجزات'' میں۔ اور

یافعی نے اپنی کتاب: ''مرآۃ الجنان'' میں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵۳ ہجری میں لکھی ہے۔

ایک اور قول یہ ہے کہ:

''آپ کی ولادت باسعادت ۱۵۱ ہجری میں ہوئی۔

لیکن ان تمام اقوال میں سب سے معروف اور معتبر پہلا قول ہے کہ:

''آپ کی ولادت باسعادت ۱۴۸ ہجری میں اپنے دادا امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے چند روز بعد ہوئی۔

آپ کی مادر گرامی فرمایا کرتی تھیں کہ:

''جس زمانہ میں میرا یہ نور نظر شکم میں تھا، میں جب سوتی تھی، تو میرے شکم کے اندر سے یہ آواز آتی تھی:

سبحان اللہ۔ والحمد للہ۔ ولا الہ الا اللہ۔

جسے سن کر مجھ پر ہیبت سی طاری ہو جاتی تھی، لیکن بیداری میں یہ آوازیں نہیں سنیں۔

پھر جب میرا یہ نور نظر دنیا میں آیا تو اس نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، اس وقت میں نے دیکھا کہ اُن کے لب مل رہے تھے۔ گویا وہ کسی سے گفتگو کر رہے تھے۔

نام۔ کنیت۔ اور القاب:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار امیر المومنین علیؑ اور جد امجد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ہم نام ہیں، اس طرح

آپ کا نام: علیؑ

کنیت: ابوالحسن

مشہور القاب: رضا، صابر، زکی، ولی۔

نقش انگشتر: حسبی اللہ

لیکن ایک اور روایت کے مطابق، آپؑ کی انگشتر مبارک پر یہ جملہ کندہ تھا: ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔

بعض مورخین نے آپ کے مندرجہ ذیل القاب بھی لکھے ہیں۔

سراج اللہ: کیونکہ آپ دین خدا کے لئے روشنی کا ذریعہ بن کر آئے

قرۃ اعین المومنین: کیونکہ مومنین کے نزدیک آپ انتہائی محبوب القلوب تھے۔

الوفی: وفا آپ کے خاندان کا ہر دور میں طرہ امتیاز رہا ہے۔

الصدیق: جناب یوسفؑ کو قرآن مجید میں صدیق کہا گیا ہے اور آپ ولیعہدی میں ان کے ہم منصب تھے۔

الفاضل: کیونکہ آپ اپنے زمانہ کے فاضل ترین اور کامل ترین شخص تھے۔

عالم آل محمد کا منفرد لقب:

جس طرح چھٹے امام کو "صادق آل محمدؐ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اُسی طرح آٹھویں امام کا لقب ہے:

"عالم آل محمدؐ"

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے عظیم المرتبت لوگوں اور اپنے جلیل القدر فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

(تمہارے یہ بھائی علی رضاؑ "عالم آل محمدؐ" ہیں، اپنے دین کی باتیں اُن سے دریافت کرنا۔ جو کچھ یہ کہیں اُسے محفوظ رکھنا کیونکہ میں نے اپنے والد (امام جعفر صادق علیہ السلام) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

"عالم آل محمدؐ" تمہارے صلب میں ہیں، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے ہمنام ہیں۔ کاش میں اس وقت موجود ہوتا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جس خاندان اور جس شجرہ طیبہ میں ہر امام علم و حکمت کے آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتا ہو اس میں اگر کسی کو عالم آل محمدؐ کے نام سے یاد کیا جائے تو اس کا علمی مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور وہ فضل و شرف کی کیسی عظیم الشان منزل پر فائز ہوگا۔

جیسے حضرت عباس علمدار کے لئے "قمر بنی ہاشم" کا لقب! کہ جس خاندان کے حسن و جمال کی ساری دنیا میں شہرت ہو، اس میں اور کسی کو خاندان کا چاند کہا جائے تو وہ کس قدر حسین و جمیل ہوگا۔

امام ہشتم کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق کی پیشین گوئی:

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کا وجود مقدس، پوری امت مسلمہ اور اہل ایمان کے لئے جس خیر و برکت اور الٰہی فضل و کرم کا سرچشمہ تھا، اُس کے بارے میں اُن کے جد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام نے بہت پہلے پیشین گوئی فرمادی تھی۔ چنانچہ

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خداوند عالم کے ابواب میں ایک باب ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے۔

راوی نے پوچھا: "اے فرزند رسولؐ وہ کیا؟

امامؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم انہیں ایسا فرزند عطا کرے گا، جو اس امت کا حامی و ناصر، اس کے لئے نور اور فضل و حکمت کا سرچشمہ ہوگا، اس کا بچپن بھی عمدہ اور نمو بھی اچھی ہوگی۔ خداوند عالم اس کے ذریعہ بہت سی جانوں کی حفاظت کرے گا، باہمی معاملات کی اصلاح کرے گا، پراگندگی دور کرے گا، رخنوں کو پر کرے گا، بے لباس کو لباس سے آراستہ کرے گا، بھوکوں کو سیر کرے گا، خوف زدہ لوگوں کو امان دے گا۔

اس کی برکت سے خدا بارش نازل کرے گا اور بندوں پر رحمت فرمائے گا۔

پروان چڑھنے کے زمانہ میں بھی اعلیٰ۔ بڑا ہو کر بھی سربلند۔ اس کی گفتگو فرمان اور اس کی خاموشی حکمت ہوگی۔

لوگوں کے درمیان جن باتوں میں اختلاف ہوگا وہ اُن کا فیصلہ کردیگا۔ اور بچپن کے زمانہ سے ہی اپنے قبیلے کا سردار ہوگا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام مسند علم پر:

دیوانِ امیر المومنین جس میں اس منظوم کلام کو ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے مدون کیا گیا ہے، جو مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب سے منسوب ہیں۔

یہ دیوان برصغیر کے بہت سے دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں بھی شامل ہیں۔

اس دیوان کے مندرجہ ذیل اشعار مولاؑ کی نگاہ میں علم کی برتری کو واضح کرتے ہیں:

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللا عداء مال
فان المال یفنی عن قریب
و ان العلم باقٍ لا یزال

ہم اللہ کی اس تقسیم سے خوش ہیں کہ۔۔۔ہمارے لئے علم ہے اور دشمنوں کے لئے مال

کیونکہ مال تو بہت جلد ختم ہو جائے گا۔۔۔لیکن علم باقی رہنے والا ہے اسکے لئے زوال نہیں

اور یہ تاریخ کی جانی پہچانی حقیقت ہے کہ حضرت امیر المومنین اور ان کے برحق جانشین گرامی (ائمہ طاہرین علیہم السلام) علم کے اُس بلند مرتبے پر فائز تھے کہ مسلمانوں کے ہر مکتب فکر کے علماء فقہاء، متکلمین محققین، مفسرین، محدثین اور تشنگانِ علم و معرفت اپنی علمی و فکری مشکلات کے حل کیلئے ان ہی حضرات کے آستانے پر جھولیاں پھیلاتے ہوئے نظر آتے تھے۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام بھی اپنے آباد اجداد کی طرح سے علم کے وہ تاجدار ہیں جن کی عظمت کو تاریخ کے ہر دور میں علماء، متکلمین اور فلاسفر، حکماء اور جملہ مکاتب فکر کے دانشوروں نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

تمام علوم و معارف پر آپ کو ایسی مہارت تامہ حاصل تھی کہ علماء و مورخین بالاتفاق آپ کو اعلم زمانہ (اپنے زمانہ میں علم کے اعتبار سے سب سے افضل اور برتر) تسلیم کرتے تھے۔

احکام دین۔ فلسفہ و منطق۔ طب و حکمت، غرض علم کے تمام شعبوں میں آپ کی عظمت و جلالت مہارت اور اعلیت کو اپنے اور غیر بلا تفریق دل سے قبول کرتے تھے۔

عبدالسلام۔ جنہیں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے زیادہ علم رکھنے والا روئے زمین پر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور جس صاحب علم شخص نے امام علیہ السلاؑ کو دیکھا، اُس نے یہی گواہی دی۔

عباسی حکمران مامون نے مختلف مواقع پر اپنے دربار میں علماء، فقہاء، اور صاحبان منطق و فلسفہ، یہاں تک کہ زنادقہ اور ملحدین کے سرکش ترین افراد کو جمع کیا، اور امامؑ کا ان سے مناظرہ کرایا، جس میں امامؑ نے ان لوگو کو ایسی شکست فاش دی کہ جس کے بعد کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ ہو سکی۔

مختلف مکاتب فکر کے علماء اور محققین جب اپنے طور سے کسی گتھی کو سلجھانے سے عاجز رہتے تھے تو اُسے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ہی بھیجتے تھے۔

ابراہیم ابن عباس کا بیان ہے کہ:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے جب بھی کوئی بات دریافت کی گئی آپ نے لوگوں کو علم کے جواہر سے مالا مال کیا۔ میں نے روئے زمین پر اُس سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔

عباسی حکمران مامون آپ کو آزمانے کے لئے ہر قسم کے سوالات کرتا رہتا تھا۔ اور آپ ہر سوال کا مدلل جواب مرحمت فرماتے تھے۔

اور بقول باقر قرشی کے:

حقیقت یہ ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام علم و دانش کا وہ کوہ گراں تھے۔ جنہوں نے صاحبانِ ایمان کی علمی اور ثقافتی دنیا کو ایک حیات نو عطا کردی۔

عباسی حکمران مامون ارشید کہا کرتا تھا کہ:

"میں نے پوری دنیا میں امام علی رضا علیہ السلام سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا:

ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ:

خراسان، بصرہ اور کوفہ میں (جو مناظرے ہوئے) ان میں امام علیہ السلام سے انتہائی مشکل مسائل دریافت کیے گئے جن کے آپ نے اس طرح ماہرانہ جواب دیئے، جیسے وہ اسپیشلسٹ جواب دیتا ہے۔ (جس نے اپنی پوری زندگی اسی شعبہ کیلئے مخصوص کر رکھی ہو)

چنانچہ آپ کے زمانہ میں دنیا بھر کے علماء اور محققین نے آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیا۔ اور پوری دنیا کے صاحبان علم و فضل پر آپ کی برتری کو تسلیم کیا گیا۔

شہادت:

عباسی حکمران مامون نے اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کیلئے حضرت امام علی رضا کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی کہ "آپ ولیعہدی کا منصب قبول کرلیں۔ امامؑ نے ابتداءاس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا، لیکن اس کی طرف سے غیر معمولی اصرار کے بعد آپ نے قبول فرمایا تو یہ شرط رکھدی کہ نہ کسی کو کسی عہدے پر فائز کرینگے نہ کسی کو معزول کریں گے نہ امور مملکت میں کسی قسم کا حصہ لیں گے اور نہ کسی کام میں مداخلت کریں گے۔

ان تمام باتوں کو عباسی حکمران نے منظور کرلیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ: امام علیہ السلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتنی زیادہ ہے کہ لوگ والہانہ انداز سے ان کی طرف چلے آرہے ہیں ان کے اس قدر گرویدہ ہیں کہ جب وہ نماز عید کے لئے اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا کے انداز سے تکبیر بلند کرتے ہوئے بیت الشرف سے نکلے تو اس روح پرور منظر کو دیکھنے کیلئے ساری مملکت سے لوگ اتنی بڑی تعداد میں جمع ہوگئے تھے کہ ان کے عظیم الشان اجتماع کو دیکھ کر عباسی حکمران کو اپنے قصر حکومت کی دیواریں ہلتی ہوئی نظر آئیں۔

اس نے محسوس کیا کہ لوگوں کے دلوں پر امام علیہ السلام کی ایسی حکمرانی ہے کہ ان کے ایک اشارے پر آپکی مملکت زیر و زبر ہوسکتی ہے۔

چنانچہ وہ رشک و حسد کی آگ میں جل کر رہ گیا اور امام کیخلاف سازش تیار کرنے لگا۔

ظاہر ہے جو بدسرشت حکمران اپنے بھائی "امین" کی محدود حکومت اور اسکے اختیارات کو برداشت نہ کرسکا اور اس کا سر قلم کر

کے اپنے دربار میں جشن مسرت منایا، وہ خاندانِ اہلبیت کی کسی شخصیت کی ایسی مقبولیت اور ہردلعزیزی کیسے برداشت کرسکتا تھا جس سے اسکے اقتدار کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہو۔

لیکن چونکہ ولیعہدی پیش کر کے اس سے عقیدت کا ڈھونگ رچا چکا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف کھلم کھلا کوئی جارحانہ اقدام بھی نہیں کرسکتا تھا۔

چنانچہ اس نے زہر کے ذریعہ آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنے کا منصوبہ بنا کر اہل ایمان کو اپنے آٹھویں آقا کے سایہ عاطفت سے محروم کیا۔

آپ کی شہادت کے سلسلہ میں برصغیر میں دو تاریخیں مشہور ہیں۔

۱۷ صفر ۲۳ ذیقعدہ

البتہ ایران میں ۲۹ صفر کو بھی آپ کا غم بڑے پیمانہ پر منایا جاتا ہے۔

طوس کی سرزمین پر جب لوگوں کو امام کی شہادت کی خبر ملی تو لاکھوں افراد روتے پیٹتے اور دہاڑیں مارتے ہوئے گھروں سے نکل آئے ہر شخص ماتم اور سینہ کوبی میں مصروف نظر آیا۔ دیواروں پر سیاہ چادریں لگادی گئیں، لوگ سیاہ پرچم لے کر سڑکوں پر نکل آئے اور سارا شہر سوگوار نظر آنے لگا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ اٹھایا گیا تو ہر طرف انسانوں کا ایک سمندر نظر آرہا تھا جو غم سے نڈھال تھا۔ ہر ایک زبان پر ایک ہی فریاد تھی

''واغلیاہ۔ واصیباہ''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

(از کتاب جلوہ نور)

ایک مسلمان کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس خصلتیں نہ پائیں جائیں:

۱۔ اس سے خیر کی امید ہو

۲۔ اس کی برائی سے (لوگ) محفوظ ہوں

۳۔ دوسرے کی کم نیکی کو بھی زیادہ سمجھے

۴۔ اپنی زیادہ نیکی کو بھی قلیل قرار دے

۵۔ اس سے حاجت طلب کی جائے تو حوصلہ نہ ہارے

۶۔ طویل مدت تک علم حاصل کرنے سے نہ گھبرائے

۷۔ اللہ کے مقابلے میں فقر اُسے بے نیازی سے زیادہ عزیز ہے

۸۔ اللہ کی راہ میں ذلت اُسے دشمنِ خدا کے سامنے عزت سے زیادہ محبوب ہو

۹۔ گمنامی اسے شہرت سے زیادہ پسند ہے

پھر فرمایا: اور دسویں چیز تو بہت ہی خوب ہے۔ پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ تو فرمایا:

۱۰۔ جب بھی کسی کو دیکھے تو کہے: وہ مجھ سے بہتر اور با تقویٰ تر ہے

باب المتفرقات

پردہ کے متعلق قرآنی احکام

از علامہ علی نقی نقن مرحوم

لباس کا پردہ یعنی کوئی برقع یا نقاب یا مقنع جس سے جسم کے علاوہ چہرہ بھی مخفی ہو جائے۔ اس کا حکم صراحۃً قرآن مجید میں مذکور ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

(یعنی) "خواتین اپنی آرائش جسمانی کو نمایاں نہ کریں سوائے اس کے جو (پردہ کرنے کے بعد بھی قہراً) آرائش نمایاں ہوتی ہے اور لازم ہے کہ وہ اپنے مقنعے اپنے (سروں پر سے) گریبانوں پر لٹکایا کریں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔ مگر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپ داداؤں کے لیے یا اپنے شوہروں کے باپ داداؤں کے لیے یا اپنی اولاد کے لیے یا اپنے شوہروں کی اولاد کے لیے یا ان بچوں کے لیے جنہیں عورتوں کے نسوانی خصوصیات کی تمیز نہیں ہے۔" (سورہ النور۔ ۳۱)

اس آیت سے محرم اور نامحرم کی تفریق کی بنیاد قائم ہوئی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ محارم سے جن کی یہاں فہرست درج ہے پردہ لازم نہیں ہے اور ان کے علاوہ جتنے ہیں وہ نامحرم ہیں اور ان سے پردہ لازم ہے پھر اس میں یہ اہتمام ہے کہ ان بچوں سے بھی پردہ لازم ہے جنہیں نسوانی امتیازات وخصوصیات کا احساس پیدا ہو گیا ہے پردہ خمار اوڑھنے اور خمار کو گریبانوں تک ڈالنے کا حکم بھی ہے تا کہ چہرہ کا کوئی حصہ کھلا ہوا نہ رہے۔

خمار کی یہ نوعیت کہ اس سے چہرہ مخفی ہوا کرتا ہے کلام اہل زبان کی تتبع سے ثابت ہے۔ متنبی کہتا ہے۔

"میں باوجود اس شیفتگی کے جو مجھے اس کے "زیر خمار" کے ساتھ ہے پھر بھی پرہیز رکھتا ہوں اس حصہ جسم سے جو زیر جامہ سے مستور ہے۔

عکبری نے تبیان میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"میں باوجود ان کے چہروں کی محبت کے ان کے جسم سے علیحدہ رہتا ہوں۔"

علامہ سید رضی رحمۃ اللہ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

"میں مشتاق رہتا ہوں ان اجزائے بدن کا جنہیں خمار اور زیور پنہاں کیے ہوئے ہیں اور پرہیز کرتا ہوں ان اجزائے جسم سے جو تہبند کی ضمانت ہیں۔"

قاضی ابوعلی تنوخی نے کہا ہے:

"کہو اس حسینہ سے جو زتار خمار میں ہے کہ تو نے پرہیزگار زاہد کی بھی نیت خراب کر دی۔ خمار کی چمک اور پھر تیرے رخسار کا نور اس کے نیچے۔ تعجب ہے کہ تیرے چہرہ سے شعلے کیوں نہ اٹھنے لگے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خمار چہرہ کے اوپر ہوتا ہے اور رخسار زیر خمار مستور ہوتے ہیں۔

متنبی کا ایک شعر ہے: اس کی شرح میں عکبری نے لکھا ہے۔

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ "جب اس نے خمار اتار دیا اور چہرہ اتنا ظاہر کر دیا تو حیا اور شرم نے اس کے چہرہ پر زردی کا برقع ڈال دیا۔"

معلوم ہوا کہ خمار کے اتارنے سے چہرہ ظاہر ہوتا ہے اور خمار ڈالنے رکھنے سے چہرہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

بحار الانوار میں حبابہؑ والبیہ کی روایت ہے کہ وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت نے دریافت حال کیا۔ انہوں نے کہا مجھے ایک خاص شکایت پیدا ہوگئی ہے۔ جس کی وجہ سے حاضر نہ ہوتی۔ حضرت نے فرمایا کیا شکایت۔ اس موقع پر روایت کا فقرہ یہ ہے کہ قالت فکشفت خماری عن برص وہ کہتی ہیں کہ:

"میں نے خمار ہٹا کر برص کا نشان دکھایا۔"

اس سے ثابت ہے کہ برص ایسی جگہ تھا کہ خمار سے چھپا ہوا تھا۔ دوسری روایت میں جسے ابن شہر آشوب نے مناقب میں درج کیا ہے تصریح ہے کہ کان بوجھی وضح حبابہ کا بیان ہے کہ میرے چہرہ میں یہ سفیدی کا داغ تھا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ خمار چہرہ سے متعلق ہوتا ہے۔

اس کے بعد جو قرآن نے حکم دیا ہے کہ خمار کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ خمار صرف چہرہ کی مقدار بھر نہ ہو ورنہ ہوا کی تحریک یا رفتار کی جنبش سے چہرہ کا کھل جانا یقینی ہے بلکہ وہ ایسا ہو کہ گردن کو چھپاتا ہوا گریبان تک پہنچ جائے تا کہ چہرہ و گردن وغیرہ کا کوئی حصہ کسی حالت میں نمایاں نہ ہو۔ اس سے پردہ کے بارے میں قرآن کے اہتمام کا ناقابل انکار ثبوت ملتا ہے۔

(دوسری آیت)

"اے پیغمبرؐ کہہ دو اپنی بیویوں سے اور اپنے گھر کی لڑکیوں سے اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے سروں کے اوپر سے چہروں پر لٹکا لیا کریں۔ یہ کم از کم وہ امتیاز ہے جس سے ان کی شناخت ہو اور پھر انہیں نہ ستایا جائے۔" (احزاب ۵۹)

واقعہ یہ تھا کہ ابتدائے اسلام میں لاپرواہی سے اکثر عورتیں بس چادر سر پر ڈال لیتی تھیں اور نکل جاتی تھیں۔ بعض منچلے نوجوان کبھی کبھی عورتوں کو چھیڑتے اور ستاتے تھے اور اکثر شریف عورتیں اگر اپنی شرافت کی لاج رکھنا چاہتی ہیں تو انہیں خود اپنا تحفظ کرنا چاہیئے۔ ایسا جو ان کی شرافت کا امتیازی نشان ہو اور وہ یہ کہ یہ اپنے چہروں کو کھولے نہ پھریں بلکہ سروں کے اوپر سے برقع اتنا لٹکا لیں کہ چہرہ پر نقاب کی صورت سے آ جائے اور اس طرح آوارہ مزاج نوجوانوں کو یہ جرات نہ ہو کہ وہ ان کو تکلیف پہنچاویں۔

لغویین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ ادناء جلباب کے معنی میں چہرہ کا چھپانا ضروری طور پر داخل ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف (جلد ۲ ص ۱۲۱) میں لکھا ہے:

پھر زمانہ جاہلیت کی لاپرواہی اور آیت کی شان نزول ذکر کرنے کے بعد (جس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں) لکھا ہے:

"آزاد اور شریف عورتوں کو حکم ہوا کہ وہ اپنے سر اور چہرے

چھپائیں تاکہ ان کی وقعت قائم ہو اور ہولناک ان کے بارے میں ہوس سے کام نہ لے سکیں۔"

چنانچہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان (ج ۲ ص ۲۵۱) میں لکھا ہے:

"جلباب سے مراد وہ لباس ہے جو عورت کے سر اور چہرہ کو چھپالیتا ہے کسی ضرورت سے نکلنے کے وقت"

دوسری کتاب جوامع الجامع (ص ۳۹۶) میں فرماتے ہیں:

معنی یدنین علیھن من جلابیبھن یرخین علیھن و یغطین بھا وجوھن و اعطافھن یقال اذازل الثواب عن وجہ المراۃ ادنی ثوبک علی وجھک (یعنی) یدنین علیھن من جلابیبھن کے معنی یہ ہیں کہ چادروں کو لٹکالیں اور ان سے چہروں کو اور تمام اطراف وجوانب کو بالکل چھپالیں۔ زبان عرب میں اس موقع پر جب کپا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے کہا جاتا ہے: ادنی ثوبک علی وجھک "یعنی اپنے کپڑے کو چہرہ پر لٹکالو" پھر فرماتے ہیں کہ:

من جلابیبھن میں من تبعیض کا ہے ای یرخین بعض جلبابھن علی الوجہ "مطلب یہ ہے کہ کچھ حصہ چادر کا چہرہ پر ڈال لیں۔"

ملا حسن کاشانی نے تفسیر صافی ص ۲۷ میں لکھا ہے:

ب غیطین وجوھن ابدانھن بملا صفھن اذا برزک لحاجۃ۔

شیخ فخر الدین طریحی نجفی نے مجمع البحرین (ص ۱۰۰) میں لکھا ہے:

معنی یدنین علیھن من جلابیبھن ای یرخیھا علیھن و یغطین بہ وجوھھن و اعطافھن ای اکتافھن۔

سلطان محمد بن حیدر زخبابدی خراسانی نے اپنی تفسیر بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ (ج ۲ ص ۱۴۷ مطبوعہ طہران ۱۳۱۴ھ میں لکھا ہے:

"پہلے عورتیں عموماً اپنے چہروں اور باقی مقامات زینت کو چھپانے کا لحاظ نہ کرتی تھیں۔ اس لیے خداوند عالم نے حکم دیا کہ وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چادروں سے چھپالیا کریں۔"

(تیسری آیت)

"وہ ازکار رفتہ عورتیں جن کے لیے اب کسی مرد کی رغبت کی توقع نہیں ہوسکتی ان کے لیے کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے پردہ کے لباس کو اتار دیں لیکن اپنی زینت کو دکھاتی ہوئی بن ٹھن کر نہ پھریں اور پھر اگر عفت سے کام لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا۔" (النور۔ ۶۰)

یہاں آیت کی اٹھان شروع سے بتارہی ہے کہ ایک حکم عام سے رعایتی استثناء کی صورت سے ایک اجازت دی جارہی ہے اب دیکھیے کہ استثناء میں قیود کتنے سخت عائد کیے گئے ہیں۔ ہوسکتا تھا، کہہ دیا جاتا کہ 'بوڑھی عورتیں' مگر بڑھاپے کو ایک عمر خاص پر محمول کیا جاسکتا تھا جس میں مختلف عورتوں کی حالت کاٹھی کے اعتبار سے جدا جدا ہوسکتی ہے اس لیے پہلے ہی لفظ "قواعد" کی رکھی گئی ہے۔ جو اس پیری کا درجہ کا پتہ دیتی ہے جس میں انسان بالکل معذور ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ "معیار حکم" کا پتہ دینے کے لیے یہ قید لگادی کہ (اللاتی لا یرجون نکاحا) جس سے اندازہ ہوا کہ

پردہ جس خطرہ کے احساس کی بنا پر تھا وہ خطرہ ان میں دور ہو چکا ہے۔ ان کے لیے یہ حکم ہے کہ یہ اپنے کپڑوں کو اتار کر رکھ دیں۔ ظاہر ہے کہ ان کپڑوں سے مراد وہ لباس تو قطعاً نہیں جو جسم سے متصل ہوتا ہے اور جس کے نتیجے سے انسان مادر زاد برہنہ ہو جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام لباس کے علاوہ وہ زائد لباس ہے جو نسوانی پردہ داری کے نقطہ نظر سے برقع وغیرہ کی شکل میں اوپر سے ڈالا جاتا ہے۔ اس طرح کے لباس کو دور کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس کے لیے بلاغت قرآنی نے ایک لفظ کے انتخاب سے اشارہ کیا ہے جس کو عربیت میں ڈوبے ہوئے اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ ایسا لباس جو جسم سے متصل ہوتا ہے جس کے اوپر پہننا صادق آتا ہے اس کے جسم سے دور کرنے کے لیے لفظ استعمال ہوگی "نزع" کے معنی ہوں گے جسم سے اتارنا۔ قرآن نے "ینزعن ثیابھن" استعمال نہیں کیا ہے بلکہ یضعن ثیابھن یہ وہ لباس ہے جو جسم سے اس طرح کا اتصال نہیں رکھتا جس کا ہٹنا جسم سے کسی لباس کا اترنا ہوتا کہ نزع صادق آئے بلکہ یہ وہ لباس ہے جو اٹھ کر الگ سے جسم پر ڈال لیا جاتا ہے اور اس کا دور کرنا یہ ہے کہ اس کا اٹھا کر ڈالا نہ جائے بلکہ رہنے دیا جائے۔ اس لیے وضع کی لفظ کو استعمال کیا ہے جس کے معنی اتارنے کے نہیں بلکہ رکھے یا رہنے دینے کے ہیں۔

قرآن میں نزع کے لفظ کا استعمال موجود ہے جس سے اس کے معنی کی خصوصیت ظاہر ہوگی اور وہ قصہ آدم و حوا میں تناول گندم کے بعد ہے۔ ینزع عنھا لباسھا لیریھما سوء اتھما

"شیطان ان کے جسم سے ان کے لباس اترنے کا باعث ہو رہا تھا کہ ان کے جسم کے اجزاء جنھیں چھپانا لازم ہے ظاہر ہو جائیں۔"

یہ چوں کہ لباس سے متعلق ہے کہ جو جسم سے متصل ہوتا ہے۔

اس لیے نزع کی لفظ اور وضع کی لفظ کا استعمال یوں ہے کہ

"پیغمبران سے ان کے بوجھ کو اتار رہا تھا اور ان زنجیروں کو جو ان کے اوپر پڑی ہوئی تھیں۔"

ظاہر ہے کہ بوجھ الگ سے ایک چیز ہوتی ہے جو جسم کے اوپر رکھی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے اتار کر رکھ دینے کو وضع کی لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اب اس کا سمجھنا آسان ہے کہ قواعد نساء کے لیے جن کپڑوں کو الگ کرنے کی اجازت دی ہے ان کے لیے نزع کی لفظ کا اطلاق کیوں نہیں ہوا اور وضع کی لفظ کا اطلاق کیوں ہوا؟ اور اس سے ثابت ہوا کہ جو قواعد من النساء نہ ہوں اور جنھیں مردوں کے خواہشات نفس کا مرکز بننے کا اندیشہ ہو ان کے لیے علاوہ اس لباس کے جو تمدنی زندگی میں جسم سے متصل ہونا ناگزیر ہے شرع کی جانب سے ایک طرح کا لباس ایسا ہونا لازم ہے جو اوپر سے جسم پر ڈالا جائے۔

یضع عنھم اصرھم۔ کی مدد سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ لباس جسم پر ایک بار کی طرح محسوس ہوتا ہے لیکن پردہ داری کی حفاظت کے لیے ایسے لباس کا ان عورتوں کے لیے ہونا ضروری ہے۔

اقوال ائمہ معصومینؑ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چناں چہ صحیح محمد بن مسلم میں ہے امامؑ سے پوچھا کہ از کار رفتہ ضعیف عورتوں کے لیے کس لباس کا علیحدہ کرنا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا:

جلباب!

جسے محمد بن ابی حمزہ میں بھی یہی ہے کہ تصنع الجلباب وحدہ "بس صرف اوپر کی چادر کو اتار سکتی ہیں۔"

پھر اس استثناء میں بھی جو ضعیف العمر عورتوں کے لیے ہے یہ قید لگائی جاتی ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر کرتی ہوئی بن ٹھن کر نہ پھریں۔ یہ وہ بڑھیاں ہو سکتی ہیں جنہیں جوان بننے کی ہوس ہے یا جنہیں بڑھاپے میں بھی شوق چراتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں حسین معلوم ہوں مگر اس کا حق انہیں نہیں دیا جاتا۔

تو پھر جوان عورت جو فطری دلکشی کی حامل ہے اس کے لیے کب شریعت اس کی اجازت دے گی کہ وہ بے پردہ مردوں کے سامنے باہر آئے۔

پھر ان ضعیف عورتوں کے لیے بھی آخر میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ عفت سے کام لیں تو بہتر ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ نظر شرع میں خود پردہ سے نکلنا ہی عفت کے خلاف ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی بدنیتی شامل نہ ہو۔

اس سے ان نیک دل بھائیوں کو سبق ملے گا جو یہ کہتے ہیں کہ اصل نیت بخیر ہونا چاہیے۔ پھر پردہ نہ بھی ہو تو کیا مضائقہ؟ ان کے نزدیک عفت کو صدمہ اس وقت پہنچے گا کہ جب فسق و فجور و خیانت کے عملی ارتکاب کا ارادہ پیدا ہو اور بغیر اسی کے کتنی ہی بے پردہ عورت ہو وہ نیکوکار اور پارسا سمجھی جائے گی۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن اس بارے میں ان کا ہم آواز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ان سوالوں کا کیا جواب ھے؟

زندگی عمل کا مقام ہے اور آخرت حساب کتاب کی جگہ۔ زندگی کے ایک ایک لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا ان ہی سوالوں میں سے چار اہم سوالوں کا تذکرہ خصال شیخ صدوق میں ہمارے پیارے نبیؐ سے منقول ہے۔ فرمایا:

لا تزول قدما العبد یوم القیامة حتی یسال عن اربع:

عن عمر فیما افناہ، و عن شبابه فیما ابلاہ، و عن علمه کیف عمل به و عن ماله من این اکتسبه و فیما انفقه و عن حبنا اهل البیت.

کسی بندے کے قدم قیامت کے دن ثابت نہیں رہ سکتے جب تک وہ چار سوالوں کے جواب نہ دے سکے:

۱۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں فنا کیا؟

۲۔ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں فرسودہ کیا؟

۳۔ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کس طرح عمل کیا؟

۴۔ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ اور ہم اہلبیتؑ سے محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

باب المتفرقات

حرمت غناء (گانا)

از روح الحیات علامہ مجلسی

علمائے شیعہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہر عالم کے نزدیک غنا حرام ہے اور کیونکہ مغنی کو جہنم کہا گیا ہے اس لیے غنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔

غنا، علمائے اہلسنت کے نزدیک بھی حرام ہے، بجز چند علماء کے جو صوفیہ خیال ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس گھر میں غنا ہو وہ مسکن ہے بلاؤں کا، دعا اس گھر میں قبول نہیں ہوتی، نہ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور رحمتِ خداوندی سے وہ گھر محروم رہتا ہے۔

گانا اور راگ:

ریان بن الصلت نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا: یا حضرت! ہشام بن ابراہیم کہتا ہے کہ آپ نے گانا سننے کی اجازت دی ہے؟

حضرت نے فرمایا:

وہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تھا تو میں نے اُس سے کہا کہ کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے راگ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا: اگر حق و باطل کو جدا کیا جائے تو راگ کس طرف ہوگا؟

تو سائل نے عرض کیا، باطل کی طرف۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے بہت درست کہا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: راگ کی مجلس پر خدا رحمت کی نظر نہیں فرماتا۔ کیونکہ گانا نفاق کا آئینہ ہے اور گانے والی عورت ملعونہ ہے اور اس کی روزی کھانے والا بھی ملعون ہے۔

عیون الاخبار الرضا میں ہے کہ کسی نے امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا: یا حضرت! گانا کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا: اہل حجاز تو جائز جانتے ہیں۔ مگر گانا باطل ہے اور لہو ہے اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے حق میں فرماتا ہے:

"اذا مروا باللغو مروا کراما"

یعنی (جب وہ لغو امور کے پاس سے گذرتے ہیں تو کریموں کی طرح گذر جاتے ہیں)

جو کوئی اپنے نفس کو راگ سننے سے پاک رکھے اس کے واسطے بہشت میں ایک درخت ہے کہ جب حکم خدا سے ہلایا جائے گا تو اس سے ایسی آوازیں پیدا ہوں گی کہ کبھی نہ سنی ہوں گی۔ جن لوگوں نے دنیا میں راگ سنا ہے وہ اُس کی آواز نہ سن سکیں گے۔

غنا کے معنی علماء نے یہ بیان کیے ہیں کہ: آواز کو گلے میں پھرانا کہ سننے والے کو اس میں لذت محسوس ہو۔ غنا کو فارسی میں "سرود" اور اردو میں "راگ" کہتے ہیں۔

غنا یہ ہے کہ پڑھنے والے سے کہا جائے۔ تو نے کیا اچھا پڑھا اور سننے والے پر غم یا خوشی طاری کرے۔ ایسا کرنا حرام ہے۔ سوائے چند موقعوں کے جو مستثنیٰ ہیں۔ بعض کے نزدیک غم یا خوشی کی حالت پیدا کرنا، شرط نہیں لگائی گئی۔ کیونکہ راگ عموماً اس کو کہتے ہیں جو دل پر اثر کرے۔ اگر کسی خاص آدمی کی طبیعت اس سے خوش نہیں ہوتی تو کوئی دلیل نہیں۔ جیسا کہ شہد کی خاصیت شیرینی اور دل کو خوش کرنا ہے۔ اگر کوئی خاص آدمی اس سے خوش نہیں ہوتا تو شہد کی خاصیت نہیں بدلتی۔ بلکہ خاص طبائع میں ہی احساس کی کی سمجھی جائے گی۔

شادی کے موقع پر عورتوں کے مجمع میں جبکہ کوئی مرد اس میں شامل نہ ہو ڈومنی کا گانا بعض نے ناجائز کہا ہے اور بعض نے حرام، مگر اس کے حلال ہونے پر ایک معتبر حدیث آئی ہے۔

ایک شخص نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ میرے پڑوس میں ایک مغنی و مطربہ کنیز ہے۔ جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں اور اس کی آواز سنتا ہوں تو بیت الخلاء سے نکلنے میں قصداً تاخیر کرتا ہوں اور گانا سنتا رہتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کر۔

اس نے عرض کیا: میں گانا سننے کے لیے تو بیت الخلاء نہیں جاتا، بلکہ کان میں آواز آتی ہے تو سن لیتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ آنکھ، ناک، اور کان سب ہی خدا کے سامنے گواہی دیں گے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، سلمانؓ سے فرمایا، اے سلمان! زمانہ آخر میں سب سے بڑی چیز جو رونما ہوگی وہ قرآن مجید کا گا کر پڑھنا ہوگا۔

نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کو عربی لحن میں پڑھو علاوہ ازیں اس صورت و لحن اور آواز میں مت پڑھو کہ جو لحن و صورت اہل فسق و فجور کی ہے اس لیے کہ یہ گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور اس پیشہ سے روزی حاصل کرنے والا ملعون ہے۔ ان کنیزوں کو تعلیم دینا (غنا کی) کفر ہے اور غنا کا سننا نفاق ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ غنا گناہان کبیرہ میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ارتکاب کرنے والوں پر عذاب آتش کیا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "و من الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم و یتخذها هزوًا اولئک لهم عذاب مهین"۔

"لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو لہو و باطل آواز (یا سخن لہو اور باطل) اور وہ بات یعنی وہ آواز جو اللہ سے غافل کردے، کو خریدتے ہیں تاکہ راہ خدا سے بھٹکا دیں جس کے بارے میں وہ نادان ہیں اور استہزاء و مذاق کرتے ہیں دین حق اور راہ خدا پر چلنے والوں سے ان کے لیے عذاب سخت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں کہ "فاجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبو اقول الزور" یہاں پر "قول الزور" سے مراد غنا ہے۔

اخبار غم

xxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxx

۱۔ آہ جناب الحاج محمد باقر گردیزی

یہ خبر غم اثر بڑے رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ ملتان کے رئیس اعظم جناب الحاج سید محمد باقر شاہ گردیزی (جو کہ جناب الحاج سید رضا گردیزی اور جناب سید جاوید رضا گردیزی کے والد ماجد تھے۔ طویل بیماری کے بعد راہی ملک بقاء ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم بڑے شریف النفس، منکسر المزاج اور پرہیزگار اور سید الشہداء کے عزادار مؤمن تھے۔ ان کی وفات سے بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم انکی مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان وک صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ مؤمنین سے سورہ الحمد اور اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرنے کی اپیل کی جاتی ہے (شریک غم ادارہ)

۲۔ جناب ڈاکٹر شوکت علی بنگش کو صدمہ

یہ خبر غم اثر برے قلبی دکھ درد کے ساتھ سنی جائے گی کہ اسلام آباد کے روح رواں جناب ڈاکٹر شوکت علی بنگش کے والد ماجد جناب الحاج یعقوب علی بنگش طویل بیماری کے بعد دار فنا سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے مخلص مؤمن اور شریف النفس آدمی تھے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کو معصومین علیہم السلام کے جوار پر انور میں مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ مومنین کرام سے سورۂ فاتحہ اور توحید پڑھ کر مرحوم کو ایصال ثواب کرنے کی اپیل کی جاتی ہے

(شریک غم ادارہ)

۳۔ آہ سید مستجاب حسین شاہ

نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ سید مستجاب حسین آف رحمان کالونی سرگودہا عارضہ قلب کیوجہ سے اچانک انتقال فرما گئے ہیں مرحوم نہایت خلیق اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار معصومین میں جگہ عطا فرمائے ان کے خاندان کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ مولانا سید تنویر حسین نقوی سابق متعلم سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا کی دادی محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

۴۔ موت العالم موت العالم

شیعی دنیا میں یہ خبر غم اثر نہایت رنج والم سے سنی جائیگی کہ جامعۃ المنتظر ماڈل ٹاؤن H بلاک لاہور کے سینئر مدرس و وائس پرنسپل جناب حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عباس نقوی رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کی دینی خدمات کو قوم ہمیشہ یاد رکھے گی مرحوم کی وفات سے تدریسی اور دینی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے مدتوں پر نہ ہو سکے گا اللہ تعالیٰ مرحوم کی درجات بلند فرمائے اور پسماندان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے

☆☆☆☆☆

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین وفطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کیلئے

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودہا فون 0301-6702646

احادیث نبوی ﷺ

★ اہل ایمان سے کامل ایمان وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہو

★ فحاشی پھیلانے والا اس کو ایجاد کرنے والے کے برابر ہے

★ حسن اخلاق سے کینہ اور بغض دور ہوتا ہے

★ جو فقیر نہ ہوتے ہوئے فقر کا اظہار کرے فقیر ہو جاتا ہے

★ صاحبانِ علم سے سوال کرو اور دانشوروں سے گفتگو کرو اور غریبوں کے ساتھ اٹھو بیٹھو

★ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو

★ دین کی آفت حسد، تکبر اور فخر ہے

★ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، عزت اور مال حرام ہے

★ روز قیامت تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو :
گفتگو میں سچا اور امانت کی ادائیگی کا پابند اور عہد کی پاسداری کرنے والا اور اچھے اخلاق اور لوگوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہوگا